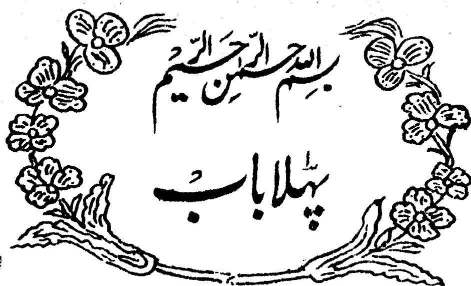


آغاز عشق

سہ پہر کا وقت ہی۔ اور جزیرۂ صقلیہ (سسلی) کا شمالی و مغربی ساحل۔ ہوا تھمی ہوئی ہو اور سمندر ساکت و صامت، پیر فلک نے کسی آتشیں رخسار معشوق کی طرح آفتاب کو گود میں اُٹھا کے اپنی ابر کی پھٹی پرانی اور جا بجا سے مسکی اور منچی ہوئی رضائی اُڑھا لی ہی۔ جو نہایت بوسیدہ ہونے کی وجہ سے سنبھالے نہیں سنبھلتی۔ اور یہ بے قرار معشوق آسمان کو رضائی کے سنبھالنے میں مصروف دیکھ کے بار بار اُس کی درزوں سے جھانکتا۔ دنیا کی طرف دیکھ دیکھ کے ہنستا۔ اور چپکے ہی چپکے پھسل پھسل کے اُس کے آغوش شوق سے نکلا جاتا ہی۔

اب اسوقت اُس کا نورانی چہرہ بالکل کھل گیا ہی، اور اُس کی سنہری کرنیں بحیرۂ روم کی شوخ ادا موجوں کے ساتھ شوخیاں کر رہی ہیں۔ سمندر کا نیلگوں پانی ان شعاعوں کے اثر سے نیلم کا دریا بن گیا ہی۔ اور موجوں کی چھوٹی چھوٹی چوٹیوں کو سمندر کے کف نے اپنی سفید سفید ٹوپیاں پہنا کے ایسا خوبصورت بنا دیا ہی کہ معلوم ہوتا ہی ٹہوبل^ع کی گھنی بیل کو نیلگوں پھولوں نے چھپا لیا ہی اور اُس میں سے جا بجا گل چاندنی کے سفید پھول نکلے ہوئے ہیں۔

اگرچہ موسم اچھا ہی اور باد صرصر کے خوفناک جھونکے جو اکثر سمندر میں تلاطم پیدا کیا کرتے ہیں اُن کا کہیں پتہ نہیں۔ مگر اس خاموشی میں بھی بیقرار سمندر سے نچلا نہیں بیٹھا جاتا۔ نسیم کی ہلکی ہلکی خوشگوار ہوا

ع ایک بیل ہی جو اکثر کوٹھیوں کی دیواروں پر چڑھائی جاتی ہی اور اُسمیں نیلے نیلے پھول جن کی قطع گھنٹیوں کی سی ہوتی ہی بہت کثرت سے کھلتے ہیں۔

چھوٹی چھوٹی لہریں پیدا کرکے سورج کی شعاعوں کو جو آسمان سے سونے کے مینہ برسا رہی ہیں اپنے اوپر کسی جگہ قرار نہیں لینے دیتیں۔

یہ کئی صدیوں پیشتر کا منظر ہے جبکہ جہاز اس کثرت سے سمندروں کو نہیں کھنگالتے پھرتے تھے جیسے کہ آجکل نظر آیا کرتے ہیں۔ تاہم جزیرہ صقلیہ کے اس شمالی ساحل پر اس بحری خموشی کے زمانے میں بھی کوئی دن نہیں گذرتا تھا کہ فوجوں سے بھرے اور سامان حرب سے لدے ہوئے جہاز شمال سے جنوب کو یا جنوب سے شمال کو آتے جاتے نہ نظر آتے ہوں۔ خصوصاً ان دنوں جبکہ اطالیہ کی جنوبی و مغربی سلطنت نیپلز اور شمالی افریقہ کی عربی سلطنت الجزائر میں لڑائیوں کا ایک طولانی سلسلہ چھڑا ہوا ہے۔ اس عرصۂ جنگ کے دونوں حریف چونکہ سلطنت صقلیہ کو اپنا دوست بنانا اور اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں، اس لئے یہ بحری فوجی نقل و حرکت صقلیہ کے دارالسلطنت شہر پلرمو میں جو اسی ساحل پر واقع ہے بہت ہی دلچسپی اور غور سے دیکھی جاتی ہے خصوصاً پلرمو سے مغرب جانب پانچ چھ میل ہٹ کے وزیر اعظم صقلیہ اور مدار المہام سلطنت فرنان (فرڈی ننڈ) کے عالیشان قصر میں جو سمندر کے کنارے ایک بلند مسطح تختۂ زمین پر کوہ پیلگرینو کے شمالی دامن پر قائم ہے اس دریائی فوج کشی کی دلچسپی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ قصر ایک زبردست قلعہ کی طرح سطح آب سے تقریباً سو فٹ کی بلندی پر سر اٹھائے کھڑا ہے اور اس کے وسیع صحن سے پانی تک پتھر کی پختہ سیڑھیاں بنتی چلی گئی ہیں

ہر روز سامنے سے بیسیوں جہاز سفید بادبان کھولے سمندر میں پیرتے اور ہوا کے گھوڑوں پر اڑتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔ اور جب تک نظر کے سامنے ہوتے ہیں قلعے کے رہنے والے بالائی دروازوں اور کھڑکیوں سے انھیں بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھا کرتے ہیں، اور گو کہ مطلق نہیں جانتے کہ یہ کس کے جہاز ہیں اور ان پر کون سوار ہے۔ مگر شوق کی نگاہوں سے ان کا استقبال کرتے اور حسرت کی نظروں سے رخصت کر دیتے ہیں۔

آج بھی دفعتاً مغربی کونے سے تین بڑے بڑے جہاز آتے نظر آئے جو آہستہ آہستہ قصر کے سامنے آئے اور بجائے اس کے کہ آگے بڑھیں قصر کے گھاٹ کے سامنے پہونچ کے لنگر ڈال دیا انھیں ٹھہرتے دیکھ کے بالائی کمروں اور اوپر کی کھڑکیوں سے سیر کرنے والے نیچے اتر آئے۔ قلعہ کے تمام زن و مرد جن کا شمار سیکڑوں کے درجہ سے زیادہ تھا باہر نکل پڑے اور حیرت سے دیکھنے لگے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور یہاں کس لئے آئے ہیں؟ لوگ دیکھ ہی رہے تھے کہ جہاز والوں نے اشارے سے کشتی مانگی فوراً وزیر فرنان کا بجرہ جو سیر دریا کے لئے قصر کے نیچے موجود رہا کرتا تھا بھیجا گیا۔ اور تین شخص جو عربی لباس

پہنے اور سفید عمامے سر پر باندھے تھے، بجرے میں اُتر کے کنارے آئے اور عربی زبان میں کہا "ہم فرمانروائے الجزائر کے ایلچی ہیں اور وزیر اعظم فرتان کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں" اٹھائیس سال کا ایک دجیہ، کشیدہ قامت اور خوشرو لڑکا جس کے چہرے اور خط و خال سے امارت و ریاست کے جوہر نمایاں تھے بڑھ کے اِن لوگوں کے قریب گیا اور نہایت تہذیب و شائستگی کے لہجہ میں کہا " وزیر فرتان اعلحضرت شاہ مہرجان (موریتا) کے دربار میں گئے ہوئے ہیں آپ (ایک کمرے کی طرف اشارہ کرکے) وہاں چل کے ٹھہریں۔ تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ یہ کہتے ہی اُس نے خادموں اور غلاموں کو حکم دیا کہ "آپ کو لیجاکے وہاں بٹھاؤ۔ تاکہ آرام کریں، اور رستا کے سفر کی کلفت دُور کریں خبردار آپ کو کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائے اور جو چیز مانگیں فوراً مہیا کردی جائے"

خُدام اُن لوگوں کو اُدھر لے گئے اور یہ نوعمر لڑکا قصر کے صحن میں سمندر کے کنارے ٹہلنے لگا۔ اور خدام قصر کے ہجوم سے نکلا ہی تھا کہ ایک ہم سن حوروش پری پیکر سامنے آگئی جو چار آنکھیں ہوتے ہی عجیب انداز دلربایانہ سے مسکرائی اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ نوجوان نے کچھ ایسی متانت سے جو قبولے دیتی تھی کہ دلی جذبات کو دبا کے زبردستی پیدا کی گئی ہے کہا "ضیا! اچھی تو رہیں؟"

ضیا۔ (ایک طفلانہ مزاجی کے سراپا ناز طعنے کے ساتھ) "جیسی ہوں تمھیں کیا؟"

اس طعن آمیز جواب نے نوجوان کے دل پر بجلی سی گرادی جسنے اُس کی آورد کی متانت کو مٹا ہی کے رکھ دیا ہوتا مگر ضابط نوجوان نے دل کو سنبھالا۔ اور اس ماہوش حسینہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کے ٹہلتا ہوا لوگوں کے مجمع سے دُور نکل گیا۔ اور جب اطمینان ہوگیا کہ اب ہماری باتوں کو کوئی نہ سن سکے گا بولا "ماہ طلعت ضیا۔ ایسا نہ کرو کہ یہ کبھی کبھی جو تم سے دو چار باتیں کرنے اور تمھاری پیاری صورت دیکھنے کا موقع مل جاتا ہے یہ بھی ہاتھ سے نکل جائے۔ تمھارے ابا جان کو میرا تمھارا سامنا ہونا بہت ناگوار گزرتا ہے۔ مجھے کبھی تم سے باتیں کرتے دیکھ لیتے ہیں تو صدہا تدبیریں کرنے لگتے ہیں کہ پھر اس کی نوبت نہ آئے۔ ہمارے نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے جاسوس لگے ہوئے ہیں جو اُنھیں روز روز کی خبر پہونچا دیا کرتے ہیں۔ آج جو مجھے تمھاری زیارت کا یہ ذرا موقع مل گیا ہے کل دیکھ لینا کہ اس کی بھی اُنھیں خبر ہوجائے گی۔ اور روک کی کوئی نئی تدبیر پیدا کردیجائے گی"

ضیا" یہ کیسے ہوگا کہ ہم دونوں رہیں تو ایک گھر میں مگر ملیں جلیں نہیں"

نوجوان: "یہی ہو رہا ہے۔ اور جب تک ہم وزیر فرنان کے زیر حکومت ہیں یہی ہوگا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ تمھارے شوق میں میری کیا حالت ہے۔ تم نہیں ملتیں تو تمھارے کمرے کے دروازے کو دیکھا کرتا ہوں۔ میں جو قصر کے سامنے گھنٹوں ٹہلتا ہوں یہ فقط اس امید موہوم پر ہے کہ شاید کبھی تمھارا جلوہ نظر آجائے۔ تمھارے والد فرنان تو اس کے بالکل روادار نہیں مگر خدا جانے تم میرے اس شوق کو کس نگاہ سے دیکھتی ہو؟ میرا دل یہ یقین دلا دلا کے مجھے اکثر تسلیاں دیا کرتا ہے کہ میرے اس سچے شوق اور اس دلی محبت کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا۔ لیکن افسوس ابھی تک اس کا ثبوت نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے مجھے دھوکا ہی دھوکا ہے۔ تمھارے دل پر ذرا بھی اثر ہوتا تو مجھے بیقراری کے ساتھ قصر کے سامنے ٹہلتے دیکھ کے کبھی تو کھڑکی کھول کے اپنی ایک جھلک دکھا دیتیں؟ خدا جانے تمھارے والد نے میری طرف سے کیا کیا لگا کے تمھیں میرے خلاف کر دیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم کو اپنی صورت دکھانے میں بھی تامل ہے۔"

ان باتوں کو سن کے نازنین لڑکی دیر تک سر جھکا کے سوچتی رہی۔ چہرہ بتا رہا تھا کہ اُس کے نازک اُبھرے ہوئے سینے کے اندر شوق و حیا میں سخت لڑائی ہو رہی ہے جس وقت ضیا کا چاند سا چہرہ جھکا تھا اسوقت شرم و حیا کا غلبہ تھا۔ مگر چند منٹ کی اندرونی لڑائی کے بعد جب اُس نے اپنا پسیجا ہوا نادم چہرہ آہستہ آہستہ اوپر اُٹھایا۔ اور شرم آلود نرگسی آنکھیں جو نوجوان کی مشتاق آنکھوں کا سامنا کرنے کی تاب نہ لا سکتی تھیں جذبات شرم کو دبا کے دوچار کیں اور اپنے دل انا دست دادہ رفیق کی پیام عشق لانے والی نظروں کی گدگدی برداشت کر سکی تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اُس کے سینے کے میدان کارزار میں شوق محبت اور جوش الفت کو جذبات حیا و ندامت پر پوری فتح حاصل ہو گئی۔ اب وہ جواب دینے کے لئے تیار تھی مگر اُسی طرح جیسے مسمرائز کرنے والی آنکھوں کا معمول از خود رفتہ ہو کے وہی کیا کرتا ہے جو عامل کی مرضی ہو۔ بولی: "شاہزادے تمھاری محبت کا میرے دل پر اثر ہے۔ میں تم سے زیادہ بیقرار ہوں۔ مگر بے بس ہوں، ابا جان نے مجھے تم سے ملنے کو منع تو نہیں کیا لیکن جس قسم کی وہ نگرانی کرتے ہیں اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ میرا تمھارا ملنا اُنھیں منظور نہیں ہے۔ انھوں نے میری دایہ ماریہ میری مشاطہ مرجانہ اور میری لونڈی مسٹلڈا کو تاکید کر دی ہے کہ جہاں تک بنے مجھے تم سے ملنے نہ دیں۔ اگر کبھی ملوں تو اُنھیں خبر کر دیا کریں۔ بھلا یہ ممکن تھا کہ تم میرے کمرے کے سامنے آتے اور میں دروازہ کھول کے تم کو نہ دیکھتی؟ مگر اُنھیں عورتوں کے ڈر سے چپکی بیٹھی رہتی ہوں۔"

نوجوان :- بہر حال میں خوش نصیب ہوں۔ میرے دل کی بیتابیاں بے اثر کئے نہ رہیں لیکن ملنے کی کیا تدبیر کیجائے؟ مجھ میں اب ضبط و صبر کی تاب نہیں ہو۔ ملاقات کی کوئی صورت پیدا ہونی چاہئے۔"
ضیا :- یہ مشکل ہو۔ اچھا آؤ ہم تم کسی اور ملک میں چلے چلیں۔ یہاں کے سوا جہاں ہوں گے آزاد رہیں گے۔"
نوجوان :- آہ! تم ایسی بے عزتی اور بدنامی کے لئے بھی تیار ہو! اگرمیں اس کو نہ تمھارے لئے پسند کرتا ہوں نہ اپنے لئے۔"
ضیا :- اور یہ بھی خرابی ہو کہ تم یہاں سے چلے گئے تو تخت و تاج ملنے کی اُمید خاک میں مل جائے گی۔"
نوجوان :- تخت و تاج! تمھارے وصال کے آگے تخت و تاج کیا چیز ہیں؟ تم پر جان تک فدا کرنے میں دریغ نہ کرونگا۔ مگر ہاں یہ نہیں چاہتا کہ تمھاری عزت و ناموس میں دھبہ لگے۔"
ضیا :- پھر کیا ہوسکتا ہو؟ یہاں رہ کے تو میں کچھ نہیں کرسکتی اچھا ایک بات ہو مگر بتاؤ اگر تمھیں تنہائی میں میرے پاس آنے اور خلوت میں ملنے جُلنے کا موقع ملا تو تم میری آبرو لینے کا ارادہ تو نہ کروگے"
نوجوان :- (حیرت و استعجاب سے) "میری نسبت تمھیں ایسا خیال ہو؟ میں جو پاک دل اور سچی محبت سے تمھاری صورت کی پرستش کرتا ہوں، رذیلوں اور بدکار شہدوں کی سی حرکت کروں گا! میری محبت کی یہی قدر ہو؟ میرے عشق کا یہی انعام ہو؟"
ضیا :- بُرا نہ مانو۔ ماریہ مجھ سے یہی کہتی تھی۔ اُس نے مجھے ڈرا دیا ہو کہ تم سے میل جول بڑھانے کا یہی انجام ہوگا۔ اور مردوں کے قول قسم کا اعتبار نہیں۔"
نوجوان :- (طیش سے) "جن مردوں سے اُسے سابقہ پڑا ہوگا۔ ایسے ہی ہونگے مگر صقلیہ کا ایک عالی نسب شاہزادہ ایسی ذلیل حرکتیں نہیں کرسکتا۔"
ضیا :- یہی سن کے میں تمھارے پاس آتے اور تم سے ملتے ہَول کھاتی ہوں۔ بہت جی چاہتا ہو کہ تمھارے پاس اُٹھوں بیٹھوں، روز ملوں۔ تمھارے سامنے بیٹھ کے تمھاری صورت دیکھوں، اور تمھاری باتیں سنوں۔ چھپانے سے کیا فائدہ؟ تم مجھے اچھے معلوم ہوتے ہو۔ تمھاری صورت دیکھ کے میں خوش ہوتی ہوں۔ تمھاری باتوں میں میرا دل لگتا ہو۔ مگر جب سے ماریہ نے ڈرا دیا ہو تمھارے سائے سے بھاگتی ہوں۔"
نوجوان :- اور اب تک تمھارے نزدیک میرا اعتبار نہیں ہو؟"
ضیا :- اب کیوں نہ ہونے لگا تھا؟ مگر میرے سامنے قسم کھاؤ کہ میری عزت و آبرو پر کبھی حملہ نہ کروگے"

نوجوان نے بھولی پری وش نازنین کے اطمینان کے لئے قسم کھائی اقرار کیا، اور کہنے لگا "تو پھر اب ملنے کی کیا تدبیر ہے؟"

ضیا: میں نے اپنی مسلمان مشاطہ مرجانہ سے سنا ہے کہ مصر کے ایک بادشاہ نے اپنے اور اپنے وزیر کے مکانوں کے درمیان ایک پوشیدہ راستہ رکھا تھا جس میں سے ہو کے جب ضرورت ہوتی دونوں ایک دوسرے سے مل آیا کرتے۔ وہ راستہ بادشاہ کے کمرے کے تہ خانے سے زمین کے نیچے ہی نیچے وزیر کے کمرے تک گیا تھا۔ اور اس میں سے نکلنے کے دروازے دونوں مکانوں میں ایسے بنائے گئے تھے کہ پٹ دیوار میں بالکل وصل تھے۔ جو ذرا بھی نہ کھلتا، اور کوئی ہزار غور کرے نہ پہچان سکتا ان دروازوں کی کنجیاں ایسی تھیں کہ بغیر انکے کوئی لاکھ زور لگائے نہ کھل سکتے اور کنجی لگاتے ہی آپ سے آپ کھل جاتے۔ ایسا ہی ایک راستہ اور دروازے تم اپنے اور میرے کمروں کے درمیان بنوا دو"

نوجوان: یہ نہ کوئی ایسا آسان کام ہے اور نہ اتنی جلدی کا کہ دو ایک دن میں ہو جائے"

ضیا: (مسکرا کے) "اگر تمھیں مجھ سے ملنے کا شوق ہے اور دل میں سچا جوش ہے تو ہو ہی جائے گا۔ سنتی ہوں فارس کی ایک حسین ملکہ شیریں کے عاشق فرہاد نے پہاڑوں میں کاٹ کے دودھ کی نہر جاری کر دی تھی تو کیا صقلیہ کے شاہزادے الفانسو سے میرے لئے اتنا بھی نہ ہو سکے گا؟"

الفانسو (اس لئے کہ شاہزادہ الفانسو ہی نوجوان ہے) اپنی محبوبہ کے ہر شوخ جملے اور اسکے بھولے پن کے ہر شوق کو نہایت ہی متانت و سنجیدگی کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ یہ کلمات سنتے ہی ایک بے اختیاری کے جوش سے بول اٹھا۔ تمھارے لئے مجھ سے سب کچھ ہو سکے گا لیکن افسوس یہ راز کا کام ہے جس کی کسی کو خبر نہ ہونی چاہئے اور تمھارے والد کی موجودگی میں اس کا انجام پانا مشکل معلوم ہوتا ہے"

ضیا: وہ تو اسی ہفتہ میں مسینا جانے والے ہیں اور ادھر ہی سے ملک کے دورے کو چلے جائیں گے۔ چار پانچ مہینے باہر رہینگے اسوقت ہم کسی کو اپنے کمروں کے پاس نہ آنے دینگے۔ اور تم کسی اچھے ہوشیار کاریگر کو لاکے بنوا لینا۔ یہ کہہ رہی تھی کہ دیکھا وزیر فرتان گھوڑے پر سوار آرہا ہے اور جلوس کے سوار ہمراہ رکاب ہیں۔ گھبرا کے بولی۔ "ابا جان آگئے۔ میں جاتی ہوں۔ مگر دیکھو جو کچھ میں نے کہا ہے اسے بھول نہ جانا" یہ کہہ کے ضیا چلی گئی۔ اور نوجوان الفانسو سوچ میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ وزیر بالکل قریب آگیا، اور وہ اپنے خواب عشق سے یک بیک چونکے اسکے استقبال کے لئے آگے بڑھا۔

وزیر نے جیسے ہی نوجوان الفانسو کو دیکھا تعظیم کے لئے گھوڑے سے اتر پڑا۔ ادب سے سلام کیا۔ اور دعائے دولت دینے کے بعد پوچھا۔ یہ جہاز کہاں سے آئے ہیں؟"

الفالنسو: شاہ الجزائر کا ایلچی آپ سے ملنے کو آیا ہو۔ میں نے (اشارہ کرکے) اُس کمرے میں ٹھہرا دیا ہو، اور خدمت کے لئے آدمی مقرر کردئے ہیں۔"

فرمان: یہ لوگ بار بار مراسلت کرتے ہیں کہ ہم اُنکے طرفدار بن کے نیپلز سے علانیہ لڑائی چھیڑ دیں۔ یہاں کے لوگوں کا رجحان اُنھیں کی طرف ہو۔ مگر ہم خواہ مخواہ کو لڑائی مول لینا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں خیر میں تھوڑی دیر کے بعد ملوں گا۔ آپنے اُنکے ٹھہرنے کا انتظام کر ہی دیا ہو۔" یہ کہہ کے وزیر اپنے کمرے میں گیا۔ اور الفالنسو نے لپنے کمرے کی راہ لی۔

دوسرا باب

دربار صقلیہ اور اُسکی سازشیں

اِن دِنوں صقلیہ کی حکومت کسی بیرونی مملکت کے ماتحت نہ تھی۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے اُسے مسلمانان الجزائر کی اطاعت سے آزادی ملی تھی جو صقلیہ پر قبضہ کرنے کے بعد ایطالیہ کے جنوبی و مشرقی علاقے پر بھی قابض ہوگئے تھے۔ مدت دراز تک اُن کی حکومت قائم رہنے کا یہ اثر اب تک باقی تھا کہ تمام اہل صقلیہ علی العموم عربی زبان میں گفتگو کرتے، اور عربی کی تعلیم پاتے تھے۔ نصف سے کچھ ہی کم آبادی مسلمانوں کی تھی اور سارے جزیرے میں جو ہزارہا مسجدیں تعمیر ہوگئی تھیں ان میں سے اکثر ابھی تک آباد تھیں۔ یہاں کے مسیحیوں پر بھی عربی معاشرت کا اسقدر اثر تھا کہ اکثر خاندانوں میں عربی نام رکھے جاتے اور آداب صحبت و دیگر تمدنی معاملات میں شام و مصر کی پیروی کی جاتی۔ چنانچہ شاہی خاندان کی بعض لڑکیوں کے نام بھی عربی تھے، وزیر زادی کا نام ضیا تھا۔ اور اُس کے بناؤ سنگھار کے لئے مسلمان مشاطہ مصر سے بلوائی گئی تھی۔

فرماں روائے صقلیہ فی الحال "مودینا" تھا جس کے نام کو عربوں نے اپنے مذاق کا تصرف کرکے "مہرجان" بنا دیا۔ اور یہ تصرف دربار صقلیہ میں اسقدر پسند تھا کہ علی العموم وہ مہرجان ہی کے نام سے پکارا جاتا۔ اس سے پہلے اُس کا بڑا بھائی کارلوس سریرآرائے سلطنت تھا۔ کارلوس نہایت زبردست اور اولوالعزم فرماں روا تھا۔ اور اُس کے رُعب داب سے تمام اُمرائے دربار کانپتے تھے۔ اتفاقاً پلرمو کے ایک دولتمند رئیس سے اُس کی بہن بورآن سے ناجائز تعلق ہوگیا۔ جسپر برہم ہو کے اُسنے اُس

زانی سردار کو قتل کر ڈالا۔ بوران نے اس کے انتقام میں اپنے مردم فریب حسن اور اپنی عصمت فروشی کی قوت سے پورا پورا کام لے کے تمام سرداران فوج اور امرائے دربار کو بھائی کے خلاف کر کے آرمو میں بغاوت کرادی اور انجام یہ ہوا کہ کارلوس قتل کیا گیا اور اُسکی جگہ دوسرا بھائی مہرجان تخت پر بیٹھا۔

مہرجان کو چونکہ سلطنت بہن کی کارگزاریوں سے ملی تھی اس لئے ہر معاملہ میں اس کا مطیع و فرماں بردار تھا۔ اور بوران اخلاق و معاشرت کی حد سے قدم آگے بڑھا کے پولیٹکل معاملات میں بھی دخل دیا کرتی۔ مہرجان لاولد تھا۔ اور بوران کی ایک بیٹی تھی سلطانہ جسے وہ چاہتی کہ بھائی کی ولیعہد مقرر کرائے۔ مہرجان بھی اسپر آمادہ ہوگیا تھا۔ اور ملک کے اعلیٰ سے اعلیٰ اُستاد اور لاجواب صاحبان فن اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے منتخب کئے گئے، اور جو داشت و پرداخت اُس کی ہورہی تھی کسی شاہزادے کی نہ تھی۔ مگر رعایا اور تمام اُمرائے دربار اس کے خلاف تھے کہ اُن کی قسمت کی مالک ایک عورت بنائی جائے۔ اور اسی اندیشہ سے بادشاہ مہرجان کو علانیہ طور پر اُس کے ولی عہد مقرر کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ بڑا بھائی یعنی مظلوم و مقتول تاجدار کارلوس جیتے جاگتے دو ہونہار فرزند چھوڑ گیا تھا۔ بڑا ڈان راڈرق جسے خود بادشاہ نے اپنی زیر نگرانی اور خاص اپنے قصر میں رکھ کے پالنا شروع کیا اور چھوٹا الفانسو جسے یتیم ہوتے ہی مہرجان نے اپنے وزیر اعظم فرنان کے آغوش میں دے دیا کہ اُسے اپنے قصر میں رکھ کے فرزندوں کی طرح پالے اور علم و فضل کے زیور سے آراستہ کر کے اچھی تربیت دے، چنانچہ الفانسو جسے ناظرین پہلے باب میں دیکھ چکے ہیں وزیر مذکور کے قصر میں رہتا تھا۔

وزیر فرنان بڑا مدبر سلطنت اور پیچیدہ کارروائیاں کرنے کا بادشاہ تھا۔ ہر کام عجیب حکمت عملی سے انجام دیتا۔ اور اسی وجہ سے بادشاہ پر نہایت حاوی تھا۔ اور دوسرے وزرا کی اُس کے سامنے کچھ اصل و حقیقت نہ تھی۔ اُسنے شاہزادہ الفانسو کو بہت اچھی تعلیم دلائی فنون جنگ میں باکمال بنا دیا۔ اور باوجود اس کے کہ اُس کی حیثیت الفانسو کے مقابلہ میں باپ کی سی تھی، مگر بظاہر اُس کا ویسا ہی ادب کرتا جو بادشاہوں اور شاہزادوں کا ہونا چاہئے لیکن الفانسو باپ ہی کی طرح اُس کا پاس و لحاظ کرتا تھا۔

بوران ان دونوں بھتیجوں کی جانی دشمن تھی۔ اور جانتی تھی کہ جب تک یہ زندہ ہیں میری بیٹی کے لئے تخت گاہ کا راستہ صاف نہیں ہوسکتا۔ شاہ مہرجان اُس کا غلام تھا۔ اور مجال نہ تھی کہ کوئی بات بہن چاہے اور صاحب تاج بھائی اُس کے پورے کرنے پر آمادہ نہ ہوجائے۔ اسی لئے وہ بھی بھتیجوں کے خون کا پیاسا تھا۔ مگر اُمرائے سلطنت اور خاصتہً وزیر فرنان سے ڈرتا۔ جو دونوں شاہزادوں کے

دوست اور حامی و مددگار تھے۔ اور یہ حالت ہو رہی تھی کہ ادہر بہن کے کہنے سے بادشاہ نے شاہزادوں کی آزار دہی کی کوئی تدبیر نکالی اور اُدہر وزیر کے اشارے سے رعایا میں برہمی پیدا ہوئی جس کو خوف کھا کے بوران اور مہرجان دونوں فرنان کی خوشامد کرنے لگے۔ یا کوئی ایسی بات پیدا کردی کہ بوران اور بادشاہ کا سب کیا دھرا بیکار گیا۔

اتفاقاً ان دنوں خبر آئی کہ صقلیہ کے شہر مسینا میں جو ایطالیہ سے ملا ہوا ہے سلطنت نیپلز کے بعض داعیوں اور جاسوسوں نے سازش کرکے بغاوت کے آثار پیدا کردیئے ہیں۔ بوران کے مشورے سے مہرجان نے وزیر فرنان کو محل میں بلا کے حکم دیا کہ "تم فوراً وہاں جاکے اس اندیشہ ناک بغاوت کو حکمت عملی سے فرو کرو۔ فتنہ جو باغیوں کو سخت سزا دو۔ اور اتنی فوج بھی ساتھ لیتے جاؤ کہ اگر وہ لوگ برسرپیکار ہوں تو اُن کی پوری سرکوبی کردی جائے۔"

قبل اس کے وزیر جواب میں لب ہلائے۔ بادشاہ کی بہن بوران جو اس کے برابر بیٹھی تھی بولی "اور ہاں شاہ! اسی سلسلہ میں سارے ملک کا دورہ بھی کر آؤ۔ چار پانچ مہینے میں تم سب شہروں میں ہو آؤ گے۔ اور ہر طرف سے اطمینان ہوجائے گا۔"

شاہ مہرجان "ہاں یہ بھی بہت ضروری ہے جاتے ہو تو بغیر سب شہروں کا چکر لگائے نہ واپس آنا۔"

فرنان "جو حضور کا حکم ہو۔ مگر مجھے تیاری کے لئے ایک مہینہ کی مہلت ملنی چاہیے۔ فوج کا جمع ہونا ہے۔ سفر کا سامان مہیا کرنا ہے۔"

شاہ مہرجان "اُفوہ! ایک مہینہ! بہت دیر ہوجائے گی۔ مسینا میں فوراً پہونچنے کی ضرورت ہے اور تاخیر میں خدا جانے کیا کیا دشواریاں اُٹھ کھڑی ہونگی۔"

بوران "اور یہاں زیادہ ٹھہرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جتنی فوج پلرمو میں موجود ہے ساتھ لے لو۔ باقی خبریں اور فوج کمکیں برابر پہونچتی رہیں گی۔"

فرنان "تو پندرہ دن سہی۔"

شاہ مہرجان "یہ بھی زیادہ ہے۔"

بوران "میں بتاؤں۔ بس ایک ہفتہ کافی ہے۔ آج کون دن ہے؟ دوشنبہ بس اگلے دوشنبہ کو روانہ ہوجاؤ۔"

فرنان "بہت خوب۔ میں دوشنبہ کو یہاں سے چل کھڑا ہوں گا۔" یہ کہہ کے وزیر رخصتی آداب بجا لاکے واپس آیا۔ اُس کے جانے کے بعد بوران نے بھائی کی طرف دیکھ کے کہا "اب سب کام بن جائینگے اس کی غیبت میں دونوں نالائق لڑکوں کی زندگی کا خاتمہ ہوجائے گا جو آپ کے لئے سب سے بڑا

خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔"

شاہ مہرجان:۔ ان دونوں کی وجہ سے مجھے کبھی زندگی بھر چین سے سونا نہیں نصیب ہوا۔ اور اس بدخواہ اور مکار وزیر کی چالاکیوں سے جسے میں اپنا خیر خواہ اور خالص دوست خیال کرتا تھا کچھ زور نہیں چلتا۔ بہن تم ہی اسے زیر کرو گی جس طرح تم نے کارتوس سے میرے لئے تخت خالی کرایا ویسے ہی ان دونوں سانپ کے بچوں کے بھی سر کچل کے مجھے اطمینان دلاؤ گی۔"

بوران:۔ فرنان دفان ہوا۔ اور میں نے دونوں کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔" اس گفتگو کے بعد بادشاہ اور بوران جدا ہو کے اپنے مکانوں میں گئے۔ اور اسی خوفناک فیصلہ پر اس صحبت کا خاتمہ ہوا۔

تیسرا باب

الجزائر کی سفارت

فرنان بھی کوئی معمولی وزیر نہ تھا۔ بوران کی باتوں سے فوراً تاڑ گیا کہ مجھے باہر بھیجنے میں بادشاہ اور اُن کی بہن کا کیا مقصد ہے۔ کئی دن تک سوچتا رہا کہ اپنی غیبت میں دونوں شاہزادوں کی جان بچانے کی کیا تدبیر کروں۔ اسی فکر میں تھا کہ الجزائر کا سفیر آیا اور اُسے ایک دوسری فکر پیدا ہو گئی۔ وہ عربی سفیر سے ضروری اخلاق و تہذیب کے ساتھ ملا اور پوچھا "آپ کون لوگ ہیں؟ اور کس غرض سے آئے ہیں؟"

یہ تین جزائری سردار تھے جن میں سے ایک نے جو سب کا سرگروہ تھا کہا "میں الجزائر کا وزیر یحییٰ بن سعد مرابطی ہوں۔ اور یہ دونوں میرے رفیق عیسیٰ بن احمد البلوعی اور حسن بن شہاب السکونی ہماری فوج کے زبردست قائد (سپہ سالار) ہیں ہم سب اس لئے آئے ہیں کہ آپ کو پھر سمجھائیں کہ موجودہ لڑائی میں آپ ہمارا ساتھ دیں۔ شاہ مہرجان نے پہلی سفارت کے جواب میں ہماری درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن اب اپنے سلطان کے حکم سے ہم آپکے پاس گئے ہیں کہ اس مسئلہ پر بحث کر کے آپ کو انجام کے تمام پہلو سمجھائیں۔"

فرنان:۔ جب خود حضور شاہ مہرجان انکار کر چکے تو میں کیا کر سکوں گا؟"

یحییٰ:۔ ہمارے خیال میں آپکی مصلحت بھی اسی کی متقاضی ہو کہ نصیارنسے کے مقابلہ میں ہمارا ساتھ دیجئے۔ اور

آپ اگر چاہیں تو سمجھا کے اور تمام مصلحتیں پیش نظر کر کے حضور بادشاہ کو اس جانب مائل کر سکتے ہیں۔ آپ کا جزیرہ اسلامی حکومت سے پہلے نیپلز والوں ہی کی ماتحت تھا۔ اسلامی اثر نے آپ کو آپنا آزاد کر دیا کہ اب آپ کسی کے مطیع نہیں ہیں۔ مگر یہ آزادی اُسی وقت تک ہے جب تک ہم میں آپ میں اتحاد ہے۔ اس جزیرہ پر سے ہمارا اثر ہٹتے ہی نیپلز والے فوج کشی کر کے فوراً قبضہ کر لیں گے۔ جسے وہ اپنا پرانا حق تصور کرتے ہیں۔ یہاں کی رعایا میں ایک بڑی بھاری تعداد مسلمانوں کی ہے جو ہمارے ساتھ ہیں اور ہرگز نہیں چاہتے کہ یہاں کی سلطنت نیپلز کے متعصب عیسائیوں کی جنبہ داری کرے۔"

فرنان "یہ میں جانتا ہوں اور ہمارے بادشاہ کو بھی اس کا علم ہے اور اسی وجہ سے سلطنت صقلیہ نے اس وقت تک نیپلز والوں کی جنبہ داری نہیں کی۔ اگرچہ اُدھر سے بار بار اصرار ہوا۔"

یحییٰ "لیکن آپکی سلطنت کی سلامتی اور خیریت اسی میں ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں۔"

فرنان "خیر میں اس بارے میں غور کروں گا۔ آپ دو چار روز یہاں ٹھہریں اتنی مدت میں سوچ کر اور حسبِ رائے وزرا سے مشورہ کر کے میں آپ کو جواب دوں گا۔"

الجزائر کے سفیروں نے وزیر کی یہ تجویز قبول کی۔ اور اپنی قیام گاہ کو گئے۔ اُنکے جاتے ہی وزیر فرنان نے دربار صقلیہ کے ایک صاحب اثر وزیر مرکیس کو بلا بھیجا۔ جو ایک گھنٹے کے اندر ہی آ پہونچا۔ اُس کے آنے کی خبر پاتے ہی وزیر فرنان اُس کے استقبال کے لئے باہر نکل آیا۔ اور نہایت اخلاق سے اپنے ساتھ اندر لے گیا۔

وزیر مرکیس خاص شاہی خاندان سے اور بادشاہ مہرجان کا ابن عم تھا۔ عہدے کے اعتبار سے وہ ابھی بہت کم سن تھا۔ تیس برس سے زیادہ عمر نہ تھی اور اُسے اعزاز کے طور پر وزارت کے خطاب کے ساتھ فوج کی اعلیٰ افسری دیدی گئی تھی۔ مہمات سلطنت سے اُسے بہت ہی کم تعلق رہا کرتا تھا لیکن شاہی خاندان کا ایک رکن ہونے کی وجہ سے رعایا اور فوج پر اُس کا بڑا اثر تھا۔ سال خوردہ وزیر فرنان نے اپنے خلوت کے کمرے میں پہنچ کے اور اطمینان سے بیٹھ کے مرکیس سے کہا "اسوقت میں نے آپکو دو نہایت ہی اہم اور نازک ضرورتوں کے لئے تکلیف دی ہے۔ لیکن اُن کی گفتگو درمیان میں آنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ مجھ میں اور آپ میں اتحاد و یکجہتی اور خلوص محبت پر مضبوط عہد و پیمان اور قسم ہو جائے۔"

مرکیس "میں ہمیشہ سے آپ کا ادب کرتا اور آپ کو سچا خیرخواہ ملک و ملت جانتا ہوں۔ اگرچہ آپ سے تعلقات بہت ہی کم رہے۔ مگر آپکی سچی خدمتِ وطن کا ہمیشہ معترف ہوں۔ لہذا آپ سے اتحاد پیدا

کرنے کو میں اپنا فخر سمجھوں گا۔ اور آپ جس امر میں عہد و پیمان لینا چاہئیگے مجھے ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔“

فرنان :۔ ”تو میں قسم کھاتا ہوں کہ کبھی کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف نہ کروں گا۔ ہمیشہ آپ سے سچی اور خالص محبت رکھوں گا۔ اور نیک نیتی و خیر خواہی کے ساتھ آپکی ہر خدمت بجالانے کے لئے تیار رہوں گا۔ اس کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ سلطنت میں ہمارے آپکے اغراض و مقاصد ہمیشہ ایک رہینگے اور میں کسی امر میں آپ سے اختلاف نہ کروں گا۔ اسپر میں خدا کی۔ اقانیم ثلثہ کی، انجیل مقدس کی تمام دیوں اور شہیدوں کی مقدس خاتون مریم کی۔ اور کل دلیہ بی بیوں کی قسم کھاتا ہوں۔“

مرکیس کے نوجوانی کے سادے دل پر اس حلف کا بڑا اثر ہوا۔ فوراً اُس نے بھی اسی طرح صاف لفظوں میں عہد و پیمان کیا۔ اور قسم کھائی۔ اُس کے قسم کھانے پر وزیر فرنان بہت خوش ہوا۔ اور کہا:”اب اس اتفاق و یگانگت کے عہد و پیمان کو عملی صورت میں لانے کے لئے آئیے ہم دونوں اُٹھ کے گرمجوشی سے بغلگیر ہولیں اور پھر قسم کھائیں کہ یہ یگانگت زندگی بھر قائم رہی گی۔ یہ رسم بھی ادا ہوگئی، اور فرنان نے اطمینان سے بیٹھ کے کہا ”میرے دوست مرکیس۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بدکار و بے حیا بوران نے کیسی آفت مچا رکھی ہی؟ اور بادشاہ مہرجان کس طرح اُس کے غلام ہو رہے ہیں؟“

مرکیس :۔ ”میں دیکھتا ہوں۔ اور ندامت سے سر نہیں اُٹھا سکتا کہ ہمارے ہی خاندان کی ایک عورت اپنی سیہ کاری کی کالک ہم سب کے منھوں میں لگا رہی ہی۔“

فرنان :۔ ”یہ بھی اُس کی ذات تک محدود تھا۔ اور ہمیں اس کی پروا نہ ہوتی۔ مگر اب اُسکے مظالم بالکل ناقابل برداشت ہوگئے ہیں۔ وہ اس کی درپے ہی کہ دونوں شاہزادوں دان رادرق اور الفالنسو کو قتل کر ڈالے تاکہ اُس کی بیٹی سلطانہ کے لئے تخت خالی ہو۔“

مرکیس :۔ ”افسوس! ایسی ظالم! ایسے معصوم بچوں کے خون کی پیاسی! تو جہاں تک بنے ان یتیم اور مظلوم شاہزادوں کی جان بچانی چاہیے۔ اب اس خاندان میں یہی دو لڑکے باقی ہیں جو تخت و تاج کے مستحق ہوسکتے ہیں۔“

فرنان :۔ ”بوران اور بادشاہ نے اُن کی جان لینے میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی، مگر میں نے ہمیشہ بچایا۔ اور اُن کی ایک بھی نہ چلنے دی۔ اب آخر عاجز آکے یہ تدبیر کی گئی ہو کہ میں باہر بھیجدیا جاؤں اور میرے پیچھے دونوں کا کام تمام کر دیا جائے۔ سینا سے خبر آئی کہ ایطالیہ والوں کی سازش سے وہاں کی رعایا سرکشی پر آمادہ ہو۔ اس مہم کے لئے میں منتخب کیا گیا۔ اور تاکید ہی کہ سارے ملک کا دورہ کر کے واپس آؤں۔ اور صاف الفاظ میں کہا گیا کہ چار یا پانچ مہینے تک باہر ہی رہوں۔“

مرکیس :- آپ چلے گئے تو ان شاہزادوں کی زندگی کا خدا ہی حافظ ہو۔
فرنان :- اسی لئے میں نے آپ کو اپنی دوستی کے لئے منتخب کیا ہو۔ چاہتا ہوں کہ وزارت کا کاروبار آپکے ذمہ کروں۔ اور اپنے جملہ خدمات آپکے سپرد کر جاؤں۔
مرکیس :- مجھے اس کے قبول کرنے میں عذر نہیں۔ مگر آپکی سی دانائی و فراست میں کہاں سے لاؤنگا؟
فرنان :- آپ مجھ سے زیادہ عمدگی سے ان دونوں جانوں کی حفاظت کرسکتے ہیں۔ فوج اور رعایا دونوں آپکے زیر اثر ہیں جب کبھی آپ کو پتہ لگے کہ اُن کا ایسے ظلم کا ارادہ ہو فوج کو اُبھار دیجئے۔ یہ خوب جانئے کہ ظالم ہمیشہ بزدل بھی ہوا کرتا ہو۔ بوراَن اور بادشاہ دونوں اس اندیشہ سے کانپا کرتے ہیں کہ رعایا اُن کی مخالفت میں نہ اُٹھ کھڑی ہو۔
مرکیس :- مگر مجھے معلوم ہی کیوں ہونے لگا۔ کہ اُنھوں نے قتل کے لئے کیا سازش کی ہو؟ اور کس دن ان بے گناہوں کی جان پر حملہ ہوگا؟
فرنان :- یہ آپ کو فوراً معلوم ہوجایا کرے گا۔ فوج و رعایا کے خوف سے وہ جب تک آپ کو ملا نہ لینگے ایسی جرأت نہ کرینگے۔ اسوقت تک وہ ہمیشہ میرے ملانے کی کوشش کرتے رہے۔ میں نے کبھی کھلے الفاظ میں اختلاف نہیں کیا۔ اس کی وجہ سے اپنی ہر تدبیر وہ مجھے خود ہی بتا دیا کرتے تھے۔ اور میں واقف ہوتے ہی اُس کی روک کر دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اب انھیں میری طرف سے بے اعتباری اور بدگمانی پیدا ہوگئی۔ اور مجھے اپنا دشمن خیال کرنے لگے۔ میں کل آپ کو لے جاکے ملاؤں گا۔ اور کہوں گا کہ اپنے تمام کام میں ان کی تفویض کرتا ہوں۔ میرے جاتے ہی وہ آپکے ملانے کی کوشش کرینگے۔ اور آپ بھی وہی طریقہ اختیار کیجئے گا جس پر میں آج تک عمل کرتا رہا۔
مرکیس :- لیکن مجھے ایک بات کا بڑا اندیشہ ہو۔ شاہزادۂ الفانسو تو آپکے یہاں ہیں۔ یہاں پہرہ چوکی مقرر کرکے اُن کے بچانے کا کچھ انتظام کیا بھی جاسکتا ہو مگر شاہزادۂ دان رادرق خود بادشاہ کے محل میں اور بالکل اُن کے اختیار میں ہیں۔ اُن کی حفاظت کا کیا بندوبست ہوسکتا ہو؟
فرنان :- دان رادرق کا بچانا میرے اختیار سے بھی باہر تھا۔ اس لئے کہ نہایت آسانی سے وہ اس غریب کی جان لے سکتے تھے۔ مگر غنیمت یہ ہو کہ وہ چاہتے ہیں ایک ہی ساتھ اور ایک ہی زمانے میں دونوں کی زندگی کا چراغ گل کیا جائے۔ ظلم کی بزدلی نے اُنھیں ڈرا دیا ہو کہ اگر ایک بھائی مارا گیا تو دوسرا اُس کا انتقام لینے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوگا۔ اور اختیار سے باہر ہوجائے گا۔ اور ساری رعایا بھی اُس کا ساتھ دے گی۔ بس یہی ایک خوف ہو جسنے اس شاہزادے کی جو بالکل اُنکے ہاتھ میں ہو جان

بجا رکھی ہو۔"

مرکیس :۔ (مطمئن ہو کے) "اب میں خدا نے چاہا تو آپکی غیبت میں ان دونوں کی حفاظت کرونگا"

فرنان :۔ ایک اور بات بھی میرے خیال میں آئی ہو۔ آج سلطان الجزائر کے سفیر میرے پاس آئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ نیپلز والوں کے مقابلے میں ہماری سلطنت اُن کا ساتھ دے اُن کی ایک سفارت اسی بارے میں چند روز ہوئے بادشاہ کے پاس بھی آئی تھی۔ اُن سے صاف انکار کر دیا گیا تھا۔ اب وہ لوگ میرے پاس اس لئے آئے ہیں کہ میں بادشاہ کو سمجھا کے اُسپر راضی کر دوں"

مرکیس :۔ یہ تینوں جہاز آپکے قصر کے سامنے انھیں کے کھڑے ہیں؟"

فرنان :۔ انھیں کے۔ میرا خیال ہو کہ اگر ان لوگوں کو یہیں ٹھہرا لیا جائے اور بادشاہ سے کہا جائے کہ یہ شاہزادوں کے طرفدار ہیں اور اس لئے آئے ہیں کہ دونوں شاہزادوں کی حفاظت کریں اور صقلیہ کے تمام مسلمانوں کو اُنکے موافق بنائیں تو بادشاہ پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑے گا۔ اور مارے خوف کے ان کی جانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے"

مرکیس :۔ مگر یہ لوگ اپنا ارادہ کیوں ظاہر کرنے لگے؟"

فرنان :۔ اسپر میں اُنھیں آمادہ کر دوں گا۔ بلکہ اُن کو اُمید دلاؤں گا کہ اگر تم نے میرا یہ کام کیا اور میری عدم موجودگی کے زمانے میں یہاں ٹھہرے رہے تو دورے سے واپس آکے میں سلطنت صقلیہ کو تمھارا دوست بنا دونگا"

مرکیس :۔ تو کیا آپکے نزدیک یہ مناسب ہو کہ اس لڑائی میں ہم ان الجزائری مسلمانوں کا ساتھ دیں؟"

فرنان :۔ یقیناً۔ صقلیہ کی فلاح اسی میں ہو کہ ان لوگوں کا ساتھ دیا جائے ان کا خطرہ دور ہوا اور نیپلز والوں نے صقلیہ پر قبضہ کر لیا جس کے وہ ہمیشہ سے آرزومند ہیں۔ میں واپس آکے بادشاہ کو یقین دلا دوں گا کہ سارا ملک ان لوگوں کے موافق ہو اور اگر ان کا ساتھ نہ دیا گیا تو ہر شہر میں بغاوت ہو جائے گی۔ اسوقت وہ مجبوراً نیپلز کے مقابلے میں اشتہار جنگ دے دینگے"

مرکیس :۔ ان امور کو آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں اس لئے میں مخالفت نہیں کر سکتا"

اس مشورے کے مطابق یہی تجویز قرار پا گئی۔ دوسرے دن وزیر فرنان نے مرکیس کو لے جاکے اپنا قائم مقام مقرر کرا دیا۔ جیپر لوران اور بادشاہ دونوں خوش ہوئے۔ اس لئے کہ وہ دلمیں سمجھتے تھے کہ ہم جد و ہم نسب ہونے کی وجہ سے مرکیس اُن کا پورا ساتھ دے گا اور اگر اُسے حکومت کا لالچ دلایا گیا تو ہماری غرض پوری کرنے پر فوراً آمادہ ہو جائے گا"

جزائری سفیر کو بھی سب باتیں بتادی گئیں۔ اور وزیر فرنان نے ان سے وعدہ کیا کہ میں دورے سے واپس آتے ہی آپ کی غرض پوری کردوں گا۔ مگر آپ اپنے کو دونوں شاہزادوں کا طرفدار اور محافظ ظاہر کیجئے۔ یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ آپ لوگ نیپلز سے مخالفت اور لڑائی کرانے کے لئے آئے ہیں۔

ان کارروائیوں کے بعد وزیر فرنان نے مسینا کی راہ لی۔ اور وزیر مرکیس مہمات سلطنت کو انجام دینے کے ساتھ شاہزادوں کی حفاظت کرنے لگا۔ وان رادرق کی حفاظت کا تو قدرتی سامان موجود تھا۔ مگر الفالنسو کی حفاظت کے لئے اُس نے ایک ہزار سپاہیوں کا مستقل پہرہ وزیر کے قصر پر مقرر کرادیا۔ اور ہر روز صبح کو خود آکے وہ وزیرزادی ضیا اور شاہزادۂ الفالنسو دونوں کی خیریت دریافت کرتا۔

چوتھا باب

"نگاہ شوق رخنہ کرتی ہے دیوار آہن میں"

اب الفالنسو کو اپنی معشوقہ ضیا کا سوال پورا کرنے کے سوا کوئی فکر نہ تھی۔ شب و روز اسی دھن میں رہتا۔ اُس کی عمر اٹھارہ برس سے زیادہ نہ تھی اور ضیا اس سے ایک سال چھوٹی تھی۔ اس لئے دونوں کا طفلانہ جوش الفت اُنکے دل و دماغ پر اسقدر حاوی تھا کہ کسی اور چیز کا خیال نہ تھا الفالنسو ضیا کا سوال پورا کرنے کو اپنی زندگی کا اہم ترین کام خیال کرتا اور اسی پر اُسے اپنی زندگی کی ساری خوشیاں منحصر نظر آتیں۔ اپنے خادم خاص لیگانو کو بھیج بھیجکے دریافت کراتا کہ شہر میں معماری اور درودگری کے کون کون اعلیٰ درجے کے اُستاد ہیں۔ مگر ایک ہفتہ گزر گیا وزیر فرنان کو گئے دو دو روز ہوگئے اور قابل اطمینان کاریگروں کا پتہ نہ لگ سکا۔

جو جو جستجو میں ناکامی ہوتی تھی، اُس کی پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ اور قیامت یہ تھی کہ اب عشق نے اُسے اس فکر کے سوا اور کسی کام کا نہ رکھا تھا۔ جب دیکھئے اسی اُدھیڑبن میں ہوتا۔ سوچتے سوچتے خیال آیا کہ اچھا ہوا جو پلرمو میں کوئی اچھا کاریگر نہیں ملا۔ اول تو یہاں اعلیٰ درجے کے کاریگر نہیں ہیں اور ہوں بھی تو اُن کی رازداری پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہزار منع کردیا جائے مگر یہ ممکن نہیں کہ گھر جاکے اپنے کسی رازدار دوست سے نہ کہیں۔ اور اگر کسی کو بھی خبر ہو گئی تو سارے شہر میں مشہور ہو جائیگا

مجھے اس کے لئے کوئی اور ہی تدبیر کرنی چاہئے۔ فوراً لیگانو کو منع کر دیا کہ اب کسی کاریگر کو نہ تلاش کرو۔ اور نئے منصوبے سوچنے لگا۔

دوسرے دن اپنے کمرے سے نکل کے کچھ دیر تک لب آب ٹہلا۔ پھر جا کے جزائری سفیر وزیر یحیٰی بن سعد مرابطی سے ملا۔ اُس کی مزاج پرسی کی۔ اور کہا "یہاں آپ کو کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہے؟ جس چیز کی ضرورت ہو بلا تأمل مجھے خبر کر دیا کیجئے فوراً انتظام ہو جائے گا"

یحیٰی کو خدام قلعہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ شاہزادہ الفانسو جس کی حفاظت کے بہانے سے وہ یہاں ٹھہرا ہوا ہے یہی ہے۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ادب سے سلام کیا۔ اور کمال عاجزی سے کہا "حضور کی عنایت سے مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں ہے"

الفانسو "آپ اپنے وطن سے یہاں کے دن میں آئے؟"

یحیٰی "میں تو ہوا کے ناموافق ہونے سے بیس دن میں آیا۔ لیکن اگر ہوا موافق ہو تو دس بارہ روز میں جہاز وہاں سے یہاں آجاتا ہے؟"

الفانسو "میں آپ کے وہاں سے دو چار حبشی غلام منگوانا چاہتا ہوں جو اچھے تربیت یافتہ و شائستہ ہوں مطیع و فرماں بردار ہوں۔ اور ہماری زبان میں گفتگو کر سکتے ہوں۔ آپ جا کے بھیجدینگے؟"

یحیٰی "حضور نے خوب موقع پر فرمایا۔ ہمارا ایک جہاز کل واپس جائے گا اور دو چار روز وہاں قیام کر کے کچھ ضروری سامان لائے گا۔ میرا جو ملازم جاتا ہے اُس کو تاکید کر دوں گا کہ ان صفات کے نہایت ہی عمدہ نوعمر غلام حضور کے لئے لیتا آئے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ایک ہی مہینہ کے اندر میں غلاموں کو حاضر کر دوں گا"

الفانسو (مسکرا کے) "تو ایک مشکل کام کی بھی میں فرمائش کر دوں؟"

یحیٰی "ضرور حضور کے ہر حکم کی تعمیل کو اپنا فخر سمجھونگا"

الفانسو "میں نے سنا ہے آپ کے یہاں معمار اور بڑھئی بہت اعلیٰ درجے کے ہیں مجھے ایسے دو چار نہایت ہی ہوشیار کاریگروں کی ضرورت ہے"

یحیٰی "اس خدمت کو بھی میں بجا لا سکتا ہوں۔ ہمارے یہاں کے کاریگر تو کچھ زیادہ مشہور نہیں ہیں سب سے اچھے معمار اور بڑھئی مصر و شام کے ہوتے ہیں لیکن حسن اتفاق سے ان دنوں اسی قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ کاریگر ہمارے سلطان نے ایک جامع مسجد اور اپنے قصر کی تعمیر کے لئے قاہرہ سے بلوائے ہیں۔ اگر حضور کو ضرورت ہے تو دو چار یہاں چلے آئیں گے"

الفانسو:۔ اگر آپ ایسے چار کاریگر ملوا دیں گے تو میں نہایت ہی شکر گزار ہونگا۔ لیکن یہ بہت ہی راز کا کام ہے کسی اور کو اس کی خبر نہ ہونے پائے حتیٰ کہ خود وزیر فرنان اور رکیتس کو بھی اطلاع نہ ہو۔"

یحییٰ:۔"کسی کو خبر نہ ہوگی اور ان غلاموں کے ساتھ ہی چار کاریگر بھی آجائیں گے۔"

الفانسو:۔ تو ضرور بلوائیے۔ میں نہایت ہی شکر گزار ہوں گا۔ اور ہمیشہ آپ کا احسانمند رہونگا۔"

یحییٰ:۔ حضور ایسا نہ فرمائیں۔ ہم غلام ہیں۔ اور ہمارا کام آپکی خدمت بجالانا ہے۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر اور باتیں کر کے الفانسو اپنے کمرے میں گیا۔ اور نہایت ہی مطمئن تھا کہ خدا نے بڑی خوبی و رازداری کے ساتھ اس کام کا سرانجام کرا دیا۔ اب منتظر رہتا کہ نازآفریں ضیا سے ملنے کا کوئی موقع ملے تو اس سے کہہ دوں کہ اب مجھے آپ کی شرط پوری کرنے کا موقع مل گیا ہے۔"

تیسرے دن صبح کو دریا کنارے ضیا کے کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔ نظر سمندر کی طرف تھی، اور دل اس آفتاب حسن کے مطلع کی طرف جو اس کا قبلۂ آرزو تھا۔ یکایک دروازہ کھلا۔ ماہوش ضیا ہنستی ہوئی نکل آئی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ روشن آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ نکل آیا۔ الفانسو کی آنکھیں چکا چوند ہوگئیں۔ اور آنکھوں سے زیادہ اضطراب دل پر طاری ہوا۔ مگر ایک آناً فاناً میں اپکو سنبھالا اور کہا "آج آفتاب کدھر نکلا؟" اس کے جواب میں ضیا نے بیباکی اور شوخی کی اداؤں سے خود الفانسو کی طرف اشارہ کر کے کہا "ادھر سے"

الفانسو:۔ ہاں میرے دل کا داغ بھی آفتاب سے کم نہیں۔" پھر ذرا تأمل کر کے بولا "تمھارے والد کو گئے آج چار دن ہوئے۔ مگر تم نے آجتک اپنا جلوہ نہ دکھایا؟"

ضیا:۔ وہ نہیں تو ان کے جاسوس تو لگے رہتے ہیں؟"

الفانسو:۔ معلوم ہوتا ہے میری قسمت میں حسرت ہی حسرت ہے، چچا اور پھوپھی خون کے پیاسے ہیں۔ ایک تم ہو جس سے دل صدچاک کو تسلی ہوتی ہے، مگر تم بے رحم ہو۔ عنقریب میں مار ڈالا جاؤں گا۔ اور تم سے ملنے کی آرزو دل ہی میں رہ جائے گی۔"

ضیا:۔ دشمن بادشاہ اور ظالم پھوپھی کے آزار سے بچنے کی بھی وہی تدبیر ہے جو میں نے بتائی کہ میرے اور اپنے کمرونکے درمیان خفیہ راستہ بنالو۔ اور رات کو میرے کسی کمرے میں آکے سو رہا کرو۔ قاتل آئیں گے بھی تو ناکام جائیں گے۔ اب آباجان باہر جاچکے مگر تم نے کچھ نہ کیا۔ جلدی کرو۔ ورنہ موقع نہ ملے گا۔"

الفانسو:۔ تمھارے آباجان بیشک چلے گئے، مگر جن جاسوسوں کے ڈر سے اُنکے پیٹھ پیچھے بھی تم مجھے

اپنا جلوۂ حسن دکھاتے ڈرتی ہو وہ تو موجود ہیں؟ کاریگروں کا بھی انتظام ہو گیا۔ وزیر فرنان بھی چلے گئے۔ مگر میں تمھارے کمرے میں نہیں آسکتا کہ سُرنگ اور راستہ کا انتظام کروں۔ نادیہ، مرجانہ اور مسّلدا کے ٹالنے کی کیا تدبیر ہے؟"

ضیا" ان کو ہم ملا لیں۔ اُن پر مہربانی کیجائے۔ بھروسا کیا جائے۔ اور انعام واکرام سے رازدار بنایا جائے تو وہ ہمارے موافق ہو جائیں گی۔ یُوں اُن کا ٹالنا اور ہٹانا مشکل ہے۔ مگر میں چاہتی ہوں کہ اس مخفی راستہ کی اُنھیں کبھی خبر نہ ہونے پائے۔"

الفانسو" مگر اس کا کیا علاج اُنکے سامنے میں تمھارے یہاں ابھی نہیں آسکتا؟"

ضیا" اسی کام کے لئے اُنھیں ملانا چاہیے۔"

الفانسو" تو یہ کب ہوگا۔ میرے قتل ہو جانے کے بعد؟"

ضیا" بار بار قتل کا لفظ زبان سے نہ نکالا کرو۔ تمھارا تو جگرا بڑا ہے اور مجھے ہول آتی ہے۔ بس آج ہی سے اُن کے موافق بنانے کی کوشش شروع کر دوں گی۔ اور اُن میں سے جو جو کہنے میں آتی جائیگی اُسے کوئی معمولی پیغام دے کے تمھارے پاس بھیجدیا کروں گی۔ تم اُسے سمجھا بجھا کے اور دے دلا کے ہموار بنا لینا۔"

الفانسو" تو جلدی بھیجنا شروع کرو۔ اس لئے کہ اب زیادہ مہلت نہیں ہے۔ تمھارے والد کے آنے سے پہلے ہی یہ کام پُورا ہو جانا چاہیے۔ لیکن ابھی ایک اور بات کا بھی انتظام کرنا ہے۔ وزیر فرنان کے بعد وزیر مرکیس ہمارا محافظ قرار پایا ہے۔ اور اُسنے ایک ہزار سپاہی پہرے پر مقرر کر دئے ہیں جو ہر وقت قصر کو چاروں طرف سے گھیرے رہتے ہیں۔ اور ٹہلا کرتے ہیں۔ ہماری کارروائی کو اُن لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہنا چاہیے۔"

ضیا" بے شک۔ مگر اس کا انتظام میں کروں گی۔ مرکیس روز آکے دریافت کراتے ہیں کہ تمھیں کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہے۔ ابکی آئینگے تو کہلا بھیجوں گی کہ ہر گھڑی ان سپاہیوں کے ادھر موجود رہنے سے ہماری آزادی اور سیر میں فرق پڑتا ہے۔ آپ اپنے آدمیوں کو حکم دے دیجئے کہ قصر کے پچھواڑے رہا کریں اور صرف تین طرف دیکھ بھال رکھیں سمندر کی طرف اُن کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ادھر کوئی خدشہ ہوگا بھی تو اس کی نگرانی یہ جزائری جہاز کریں گے جو سامنے لنگر انداز ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا کہنا مان لیں گے۔ میں نے جب کبھی کسی کام کو اُن سے کہا اُنھوں نے فوراً پُورا کر دیا۔"

الفانسو" مرکیس قلعہ کے اور میرے محافظ ہیں۔ اس سے مجبوری ہے ورنہ اُن کا روز روز یہاں آنا اد

تمھارے آدمیوں سے ملنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا لیکن جو کام اُنھوں نے اپنے ذمہ لیا ہو اُس کی وجہ سے ہم اس کے گوارا کرنے اور اُنکے شکر گزار ہونے پر مجبور ہیں۔ خیر یہ تو ہوگا۔ اور ہو رہا ہی۔ مگر ضیا کیا جب تک یہ تہ خانے کا راستہ نہ بن لے میں تمھارے دیدار کو یونہیں ترسا کروں گا؟"

ضیا۔ "جب میری خادمہ عورتیں موافق ہوجائیں گی روز ملاقات ہوا کرے گی۔"

یہ کہہ کے ضیا نے نہایت ہی پھرتی کے ساتھ اپنے کمرے میں واپس جاکے دروازہ بند کرلیا اور الفالنسو کچھ دیر تک اسی طرح ٹکٹکی باندھے رہنے کے بعد اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ضیا کی کوشش سے ایک ہی ہفتہ کے اندر اُس کی دایہ ماریہ موافق ہوگئی۔ اور جب وہ شاہزادے سے آکے ملی اور اُس کے اخلاق کو دیکھا تو اُس کی حد سے زیادہ گرویدہ ہوگئی۔ اب دایہ نے کوشش شروع کی کہ شلٹا اور مرجانہ کو بھی ملالے۔ دایہ کی باتوں لیگانو کی لفاظیوں اور خود شاہزادے کی بیحد عنایتوں اور شفقتوں نے اُن دونوں کو بھی موافق بنالیا۔ اور اب الفالنسو کے راستے میں کوئی خطرہ نہ تھا وہ روز صبح و شام جاجاکے ضیا سے ملتا۔ اور ضیا کی یہ حالت تھی کہ جب تک الفالنسو سامنے نہ بیٹھا ہوتا کسی کام میں دل نہ لگتا۔"

ان پُرلطف صحبتوں کو بھی ایک ہفتہ گزر گیا۔ اور دونوں عاشق و معشوق دین و دنیا کو بھولے ہوئے تھے۔ یہ حالت اور یہ رنگ دیکھ کے ایک دن دونوں کے سامنے ماریہ نے کہا "آپکے ملنے کا یہی نقشہ ہی تو ہماری ناک چوٹی کٹ جائے گی۔ تھوڑے دنوں میں وزیر صاحب آجائیں گے اور آپ کے لئے نہ یہ آزادیاں رہیں گی نہ ملنے کے ایسے موقعے پھر آپ سے دل کو روکتے نہ بنے گی۔ ساری دنیا میں مشہور ہوجائے گا۔ اور ہم لوگ کہیں کے نہ رہینگے۔"

(ضیا سے) بیوی میں یہ نہیں کہتی کہ نہ ملو۔ مگر آخر ملنے کی کوئی حد بھی ہی۔

(الفالنسو سے) اور صاحب عالم آپ کو دُنیا کا کوئی اور کام بھی ہی؟"

ضیا۔ (الفالنسو سے) "تم ہر روز اور ہر وقت نہ آیا کرو۔ اور سب سے چھپ کے آیا کرو۔"

پھر سب سے الگ ہو کے الفالنسو کے کان میں کہا ابّا جان کے آنے کو دو ہی چار مہینے رہ گئی ہیں مگر تمھیں کچھ فکر نہیں۔ ابھی تک تو تم ہی اپنی پریشانی بیان کیا کرتے تھے مگر اب اپنے ساتھ مجھے بھی پریشان کروگے۔ تم کو خدا نے صبر دیا ہی۔ مگر مجھ میں اتنی تکلیف اُٹھانے کی طاقت نہیں ہی آخر وہ تدبیر بھی ہوگی یا نہیں؟"

الفالنسو۔ "میں نے بہت ہی معقول انتظام کیا ہی۔ ہفتہ عشرہ میں کام شروع ہو جائے گا۔"

الفانسو صحبت عیش میں پڑ کے واقعی بھول گیا تھا۔ اُسے یاد ہی نہ تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اس وقت یہاں سے اُٹھا تو سیدھا الجزائر کے وزیر یحییٰ کے پاس گیا اور کہا "آپکا جہاز آیا کہ نہیں؟ اور نہیں آیا تو کب تک آنے کی اُمید ہے؟"

یحییٰ: "اسی ہفتہ میں آجائے گا"

الفانسو: "ایسا تو نہیں ہے کہ وہ کاریگر نہ آئیں؟"

یحییٰ: "ضرور آئیں گے۔ میں نے ایسی تاکید سے لکھا ہے کہ خود ہمارے سلطان اچھے سے اچھے کاریگر چھانٹ کے بھیجینگے"

الفانسو: "مجھے اُن کا بیحد انتظار ہے۔ وہ لوگ جیسے ہی آئیں مجھے بُلوا لیجئے گا؟"

اُس کے تیسرے دن الجزائر کا جہاز آگیا۔ اور اُس میں غلام اور چار بڑے چابکدست معمار اور بڑھئی آگئے جو اپنے فن میں جواب نہ رکھتے تھے۔ وزیر یحییٰ نے اُنھیں فوراً اپنے ایک خادم کے ساتھ شاہزادے کے پاس بھیجدیا۔ جن کو دیکھ کے وہ بہت ہی خوش ہوا۔ اسی وقت خود جا کے یحییٰ بن سعد کا شکریہ ادا کیا اور واپس آکے تنہائی میں اُن کاریگروں سے عربی زبان میں کہا (اس لئے کہ تمام امرائے صقلیہ کی طرح وہ بھی عربی میں بے تکلف گفتگو کرسکتا تھا) "مجھے تم سے ایک بہت ہی نازک کام لینا ہے۔ اور ایسی رازداری کے ساتھ کہ یہاں کسی اور کو خبر نہ ہونے پائے"

ایک معمار: "حضور وہ کام بتائیں تو ہم عرض کریں کہ ہم سے ہوسکے گا یا نہیں"

الفانسو: "میں اپنے اس کمرے سے قلعہ کے اُس سرے کے ایک کمرے تک زمین کے نیچے نیچے ایک پوشیدہ راستہ بنانا چاہتا ہوں جس کے نکاس کے دروازے دونوں طرف ایسے ہوں کہ بغیر ہمارے کھولے کسی سے کھل نہ سکیں۔ اور کمرے کی دیوار میں اس طرح پیوست ہوں کہ کوئی غور بھی کرے تو نہ پہچان سکے کہ یہاں دروازہ ہے"

معمار: (سونچ کے) "اُمید تو ہے کہ ہم بنالیں گے۔ ہم نے بڑے بڑے قلعوں کے نیچے کوسوں تک سُرنگیں کھود کے راستے بنائے ہیں مگر اُن میں اس بات کی کوشش نہیں کی تھی کہ نکاس کے دروازوں کو کوئی پہچان نہ سکے۔ لیکن جس دیوار میں دروازہ ہوگا اُس کا آثار بہت چوڑا ہونا چاہئے"

الفانسو: "اس قلعہ کی دیواروں کے آثار بہت چوڑے ہیں" یہ کہہ کے اُسنے اُٹھ کے اپنے کمرے کی دیواریں دکھائیں جن کا آثار دو گز سے زیادہ تھا"

معمار: "بہت کافی ہے۔ اور ہم حضور کی مرضی کے موافق راستہ اور دروازے بنا دینگے"

الفالنسو:۔ یہ کام کتنے دنوں میں ہو جائے گا؟"
معمار:۔ اگر ہمیں پچاس مزدور دئے جائیں تو ایک مہینہ میں تیار کر دینگے۔"
الفالنسو:۔ مگر میں چاہتا تھا کہ اس کام میں یہاں کے کسی مزدور سے کام نہ لیا جاتا۔ یہ بالکل راز کا کام ہے اور یہاں کے کسی آدمی کو بھی خبر ہوئی تو سارے شہر میں مشہور ہو جائے گا۔"
معمار:۔ تو ایک صورت ہو سکتی ہے آپ وزیر یحیٰی سے کہہ دیں۔ اگر ان سے اجازت مل جائے تو ہم ان تینوں جزائری جہازوں کے خلاصیوں سے کام لے لیں گے۔"
الفالنسو:۔ میں کہہ دوں گا۔ اور اُن کے اخلاق و محبت سے اُمید ہے کہ اجازت بھی دیدینگے۔"
معمار:۔ تو حضور مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں تیار لیں۔"
الفالنسو نے اسی وقت جا کے وزیر الجزائر یحیٰی ابن سعد سے کہا۔ اُس نے خلاصیوں کو کام کرنے کی اجازت دیدی اور دوسرے ہی دن سے کام شروع ہو گیا۔
نازنین ضیا کے کہنے سے وزیر مرکیس نے پہرے والوں کو ہدایت کر ہی دی تھی کہ وہ لوگ قصر کے سامنے یعنی قصر اور سمندر کے درمیان میں نہ آیا کریں۔ ضیا کے جس کمرے میں راستہ نکلنے والا تھا اُسے ضیا نے چھوڑ دیا تھا۔ اور زمانہ تعمیر میں وہ اندر سے بند رکھا گیا۔ اس لئے اُس کی خادماؤں کا بھی وہاں گزر نہ ہوتا۔ اور تمام لوگوں کو تو یہاں آنے کی بالکل ممانعت تھی۔ مشہور کیا گیا کہ ضیا اور شاہزادے کے کمروں کی درستی اور نقاشی ہو رہی ہے۔ جہاز کے خلاصی وزیر یحیٰی کے حکم سے کام کرنے کو خشکی پر آگئے اور کمال اطمینان و راز داری کے ساتھ کام شروع ہو گیا۔
خلاصی معماروں کی ہدایت کے موافق زیر زمین سرنگ کھودنے لگے۔ جس کا سلسلہ لیگا نو کی نگرانی میں الفالنسو کے کمرے سے شروع کر دیا گیا۔ چاروں معماروں میں سے دو نے الفالنسو کے کمرے میں اور دو نے ضیا کے کمرے میں دیوار توڑ کے دروازے بنانا شروع کئے۔ ایک مہینہ کے اندر سرنگ اور دروازوں کا سلسلہ مل گیا تو اُنھوں نے سرنگ کے اندرونی حصہ میں استرکاری کر کے اور دروازوں پر روغن پھیر کے ایسے سنہرے روپہلے نقش و نگار بنانا شروع کئے کہ دیکھ کے عقل دنگ رہ جاتی۔ اور دونوں کمروں اور کوچۂ زیر زمیں راستہ کو شداد کی جنت بنا دیا۔ دروازوں کے پٹ دیواروں میں خوب پیوست کر دئے گئے۔ اور نقش و نگار کا سلسلہ دروازوں اور دیواروں پر اس طرح ملا دیا گیا کہ کوئی لاکھ غور کرے یہ پتہ نہ چل سکتا کہ دروازے کہاں پر ہیں۔ دونوں کمروں کے دروازوں کی دو کنجیاں رکھی گئیں ایک الفالنسو کے پاس رہتی اور ایک ضیا کے پاس۔ کنجی لگاتے ہی پٹ بیچ سے پھٹ کے اور دب کے دونوں پہلوؤں کی دیواروں میں غائب

ہو جاتے۔ اور دوسرے کھٹکے پر ہاتھ پڑتے ہی نکلتے اور اُبھر کے ملجاتے اور بالکل یہ معلوم ہوتا کہ کسی طلسمی اثر سے دیوار پھٹی اور پھر آپ ہی آپ مل کے برابر ہو گئی۔ کنجیوں کے لگانے کی جگہ بھی ایسی مخفی اور بے نشان بنائی گئی کہ کسی کو وہم گمان بھی نہ ہو سکے۔ اور اس سے بھی زیادہ تعریف کی یہ بات تھی کہ کنجی لگانے دروازے کے کھلنے اور بند ہونے میں بالکل آواز نہ آتی۔ اگر کوئی دیوار کے پاس ہی دوسری طرف منھ کئے بیٹھا ہوتا تو کسی کے دروازے سے نکل کے آنے اور پھر دروازے کے بند ہو جانے کی اُسے ذرا بھی خبر نہ ہوتی۔"

الفانسو اور ضیا دونوں نے اس راستہ اور دروازوں کو نہایت ہی پسند کیا۔ کاریگروں، اور مزدوروں کو اُنکے حوصلہ سے زیادہ انعام دے کے رخصت کیا۔ جو کام سے فراغت کرتے ہی الجزائر میں واپس گئے۔ اور صقلیہ میں کسی کو ذرا بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وزیر فرتان کے قصر میں کیا ترمیم ہوئی ہے۔

اب بڑے اطمینان اور آزادی کے ساتھ اندر ہی اندر ضیا اور الفانسو کی ایک دوسرے کے یہاں آمد و رفت شروع ہو گئی۔ جس کی کسی کو مطلق خبر نہ ہو سکتی۔ قصر کے لوگوں کو صرف یہ معلوم تھا کہ باہر کے کاریگر بلوا کے قصر میں کچھ تعمیر ہوئی ہے۔ چنانچہ وزیر مرکیس نے ایک دن الفانسو سے پوچھا "میں نے سنا ہے کہ آپنے الجزائر سے کاریگر بلوا کے اپنے کمرے میں کچھ بنوایا ہے؟" اُسنے کہا "مجھے اپنے مکان کے سجنے اور آراستہ کرنے کا بڑا شوق ہے۔ اِن عربوں سے سنا تھا کہ مصر کے صناع و نقاش چھت اور در و دیوار پر بہت ہی اچھے نقش و نگار بناتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ آجکل بہت سے مصر کے کاریگر الجزائر میں آئے ہوئے ہیں۔ اُن سے فرمایش کر کے میں نے چند کاریگر بلوائے اور اپنے کمرے میں نقش و نگار بنوائے۔ وہ ضیا کو ایسے پسند آئے کہ اُنھوں نے بھی اپنے کمرے میں بنوائے، دیکھئے کیسے نفیس بیل بوٹے بنائے ہیں کہ کمرے میں قدم رکھتے ہی معلوم ہوتا ہے انسان کسی طلسمی مکان میں چلا گیا" یہ کہہ کے اُسے ساتھ لیجاکے اپنا کمرہ دکھایا۔ مرکیس دیکھتے ہی عش عش کرنے لگا، اور کہا "یہ آراستگی اور سجاوٹ تو یہاں کسی بادشاہ کے محل میں بھی نہیں نظر آسکتی۔ خدا آپ کو اسمیں رہنا مبارک کرے۔ اگر وہ کاریگر موجود ہوں تو میں بھی اُن سے کچھ بنوانا چاہتا ہوں۔"

الفانسو "اُن کو واپسی کی اس قدر جلدی تھی کہ کام ختم کرتے ہی جہاز پر سوار ہو کے چلے گئے، ورنہ میں تو سارے قصر میں ایسے ہی نقش و نگار بنوا لیتا۔"

اب اس کے بعد سے یہ معمول تھا کہ ضیا کا جب جی گھبراتا اندر ہی اندر غائب ہو کے الفانسو کے پاس چلی جاتی۔ اور جس وقت الفانسو کو زیارت محبوبہ کا شوق ہوتا بے تکلف اُس کے پاس آپہونچتا،

مخفی راستہ کا حال سوا اُن دونوں اور لیگانو کے کسی چوتھے کو نہیں معلوم تھا۔ اور نہ کبھی کسی کا اُسکے اندر سے گزر ہوا تھا حتیٰ کہ ضیا کی تینوں خادماؤں کو بھی اس کی خبر نہ تھی۔ اس لئے کہ سُرنگ کا سارا اندرونی کام الفانسو کے کمرے سے ہوا جہاں لیگانو کے سوا پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ ضیا کے کمرے میں اُس کا راستہ نکالنے اور دروازہ قائم کرنے کا کام ایک ہفتہ میں پورا ہوا تھا جبکہ کاریگروں نے اندر اُس کے دروازے بند کرلئے تھے اور بغیر کام پورا ہوئے وہ کمرہ نہ کھلا۔ بہرحال یہ راستہ ساری دنیا اور خود گھر میں رہنے والوں تک کی نظر سے مخفی، اور

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

کا مصداق تھا۔ ضیا کی خادماؤں کے ملانے سے صرف اتنا فائدہ اُٹھایا گیا کہ دونوں کو ملنے کا موقع ملگیا اور اُن کی آمدورفت کو وہ لوگوں سے مخفی رکھتیں۔ ضیا اور الفانسو بھی اس راستہ سے فائدہ اُٹھانے میں اتنی احتیاط برتتے کہ لوگوں کی آنکھیں بچا کے اس طرح آتے کہ کسی کو کسی غیر معمولی راستہ کا گمان نہ ہونے پاتا۔ اور چونکہ الفانسو کو اندیشہ تھا کہ کوئی بادشاہ کا بھیجا ہوا قاتل مجھے رات کو آکے قتل نہ کر ڈالے اور اس لئے وہ اکثر سرنگ کے اندر پلنگ بچھا کے یا ضیا کے کسی مخفی کمرے میں جا کے رات بسر کیا کرتا۔

پانچواں باب

سلطنت الجزائر و صقلیہ میں دوستی

اب دونوں نہایت ہی خوش تھے، اکثر اوقات دونوں ساتھ بیٹھے رہتے، ایک آدھ دفعہ ماریہ نے پھر سمجھایا۔ مگر ضیا اور الفانسو دونوں نے اُسے یقین دلا دیا، کہ اب ہماری ان ملاقاتوں میں کسی بات کا اندیشہ نہیں۔ ہمنے آمدورفت کا ایسا احتیاط کا طریقہ رکھا ہے کہ تمھارے سوا اور کسی کو ہمارے ملنے جلنے کی خبر نہیں ہو سکتی۔

الفانسو اپنے عہد پر قائم تھا۔ سوا دیدار سے مسرت حاصل کرنے کے اور تمام حیثیتوں سے ضیا کے حُسن اور اُس کی پاکدامنی کی بہت عزت کرتا، اور جذبات محبت یوماً فیوماً ترقی کرتے جاتے۔ ضیا نے جو کہانیاں بچپن میں اپنی دایہ سے سُنی تھیں پاس لیٹ لیٹ کے سُناتی، اور اُسے یہ سبق ایسا یاد ہوجاتا کہ اُس کے آگے سارے سبق بھول گئے تھے۔

بوران اور شاہ مہرجان نے اُس زمانے میں اُس کے قتل کا کئی بار ارادہ کیا مگر ہر دفعہ ناکامی ہوئی، اس لئے کہ اول تو زبردست پہرے اور جزائری جہازوں کے موجود ہونے کے اندیشے سے کسی دشمن کو قصر کے پاس پھٹکنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ اسپر بھی بوران کے بھیجے ہوئے قاتل دو دفعہ الفانسو کے کمرے کے اندر بھی پہونچ گئے مگر اُسے غائب پایا۔ اور ناکام واپس گئے۔ بوران نے آخری یہ تدبیر کی کہ مرکیس کو بلا کے اور اُس کے حال پر غیر معمولی عنایت ظاہر کر کے اُسے اُمید دلائی کہ "اگر تم ان دونوں لڑکوں کو کسی حکمت سے قتل کرا دو تو میں تمھارے ساتھ سلطانہ کی شادی کر دوں گی، اور تم ہی ملکۂ صقلیہ کے خود مختار شوہر ہو گے۔"

مرکیس اِس فقرے میں آ جاتا۔ مگر اول تو وزیر فرنان کے ساتھ عہد و پیمان اور قول و قسم ہونے کا خیال آیا۔ دوسرے دل میں سوچا کہ جیسا چال چلن بوران کا ہے ویسا ہی سلطانہ کا بھی معلوم ہوتا ہے آج نہیں تو آگے چل کے اور تخت پر بیٹھنے کے بعد ہو جائے گا۔ اور یہ ہوا تو وہ میری دشمن ہو گی، اور میری زندگی عذاب میں ہو جائے گی اور یہ بدگمانی بے اصل بھی تھی، سلطانہ کی عمر ۲۵ سال سے زیادہ تھی۔ الفانسو سے تین چار برس بڑی تھی، جوانی کا جوش شوخی و شرارت کے عنوان سے نمایاں تھا۔ ماں کی سی بیباکی اور بے حیائی اُس میں بھی تھی، امیرزادوں سے لگاوٹ کرنے میں اکثر اُس سے ایسی آزادیاں اور بے اعتدالیاں ظاہر ہوئیں کہ پلرمو میں بدنام ہونے لگی تھی۔

آخر چار پانچ مہینے ہو گئے۔ وزیر فرنان مسینا کا انتظام کرنے اور باغیوں کو سزا دینے کے بعد سارے جزیرے کا دورہ کر کے واپس آ گیا۔ اور تمام باتوں کو یہاں اپنی مرضی کے موافق پا کے بہت خوش ہوا مرکیس کا شکریہ اُدا کیا۔ اور جب یہ سُنا کہ اُس کو سلطانہ سے شادی کر دینے تک کا لالچ دلایا گیا مگر اُسنے اپنے عہد کے خلاف نہ کیا تو فرنان اُٹھ کے اُس سے لپٹ گیا، اور کہا "واہ سچے وفادار ایسے ہوتے ہیں اور ایسے ہی ثابت قدم عہدہ داروں کی سلطنت کو ضرورت ہے۔"

اس کے بعد اُٹھ کے بیٹی کے پاس گیا جس سے اُسے بے انتہا محبت تھی۔ اور جیسے ہی اُس کے بیرونی کمرے میں قدم رکھا خادمائیں اپنے آقا کی صورت دیکھ کے سہم گئیں ماریہ گھبرا کر ضیا کے پاس دَوڑی گئی جو کمال بے فکری سے بیٹھی ہوئی الفانسو سے باتیں کر رہی تھی، اور کہا "ہے ہے بڑا غضب ہوا۔ آپکے ابا جان آ گئے برابر والے کمرے میں ہیں۔"

ضیا۔ "تو تم گھبرائی کیوں جاتی ہو؟ بلا لاؤ۔"

ماریہ۔ "اے ہائے شاہزادے کو تو چھپا لیجئے۔"

ضیا۔ "میں چھپا دوں گی تم ابا جان کو بلا لاؤ کہ میرا یہ کمرہ آ کے دیکھیں۔"

ماریہ:- "آپ کو تو کسی بات کی غیرت نہیں ہی۔ مگر میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ خدا کے لئے جلدی چھپائیے ورنہ قیامت ہو جائے گی۔"

ضیا:- "کہتی تو ہوں تم ابّا جان کو بلا لاؤ۔ یہ ابھی چھپے جاتے ہیں۔"

مجبوراً ماریہ دل ہی دل میں ضیا کو بُرا بھلا کہتی اور کوستی ہوئی واپس گئی۔ اتنی دیر میں الفالنسو تہ خانے میں ہو رہا۔ اور ماریہ نے وزیر کے ساتھ آ کے دیکھا تو الفالنسو کا پتہ نہ تھا، وزیر نے آ کے پہلے بیٹی کو گلے لگایا۔ پیار کیا اور کہا "بیٹی پہلے تم اکثر مجھے ملول و غمگین نظر آیا کرتی تھیں، اب کی تمھیں خوش بشاش دیکھ کے میں بہت ہی خوش ہوا" پھر کمرے کے نقش و نگار دیکھ کے بہت ہی پسند کئے اور کہا "یہ کون سا اُستاد کاریگر مل گیا جس نے تمھارے کمرے کو جنت کا مکان بنا دیا؟"

ضیا:- "ابّا جان۔ الفالنسو نے کہیں سے کاریگر بلوا کے اپنے کمرے میں ایسے ہی بیل بوٹے اور نقش و نگار بنوائے تھے۔ میں نے سُنا تو اپنا یہ کمرہ بھی اُن سے درست کرا لیا۔"

وزیر:- "بہت اچھا کیا۔ میں اب الفالنسو کے کمرے کو بھی جا کے دیکھونگا۔"

بیٹی سے چند باتیں کر کے وزیر فرزان الفالنسو کے کمرے میں گیا۔ اُس کے سامنے حسب معمول آداب شاہی بجا لایا، اور پوچھا "آپ کو میرے پیچھے کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

الفالنسو:- "آپ کی شفقت و رحمت سے مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں ہوئی۔ آپکے بعد میں خوش رہا۔ اور کبھی کسی بات کا اندیشہ نہیں ہوا۔"

فرزان:- "ہاں میں تمھیں بشاش اور مسرور پاتا ہوں۔ پہلے تمھارے چہرے پر ایک فکر اور ایک طرح کا غم سا رہا کرتا تھا جس کا پتہ لگانے کی مجھے بڑی فکر تھی۔ مگر اب مسیح کی عنایت سے میں اُس ناگوار اندیشہ ناک حالت کو نہیں پاتا۔"

اس کے بعد فوراً بادشاہ مہرجان کے دربار میں حاضر ہو کے زمین بوس ہوا۔ بورآن کو آداب بجا لایا جو اخلاق سے ملے مگر اُسے دونوں کا چہرہ اُترا ہوا نظر آیا۔ مسینا کے جو واقعات تحریراً پہلے ہی لکھ کے بھیج چکا تھا زبانی سنائے اور دورے کی مختصر کیفیت بیان کی۔

شاہ مہرجان:- "تم نے میری رعایا کو کس حال میں پایا؟"

فرزان:- "سب خوش و خرم ہیں اور حضور کی دعائے دولت و اقبال میں مصروف۔"

شاہ مہرجان:- "کسی کو کسی بات کی شکایت تو نہیں ہے؟"

فرزان:- "شکایت تو کسی بات کی نہیں مگر دورے میں میں نے یہ بات بڑی حیرت سے دیکھی کہ تمام لوگ

کیا مسلمان اور کیا عیسائی اس بات کے خواستگار ہیں کہ دولت صقلیہ الجزائر کے عربوں کا ساتھ دے، اور نیپلز کے مقابلہ میں اشتہار جنگ دے دے؟

شاہ مہرجان۔ (حیرت سے) "عیسائی بھی! اگر مسلمانوں کی یہ خواہش ہوتی تو مضائقہ نہ تھا۔ مگر مسیحیوں میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"

فرنان۔ "حضور اہل صقلیہ نیپلز والوں کو اپنا سچا دوست نہیں سمجھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ انھیں جب موقع ملیگا ہم پر حملہ کر دینگے۔ برخلاف اس کے الجزائر والے ہمارے دوست ہو سکتے ہیں اور اُن کا اب ہم پر چڑھائی کرنے کا ارادہ نہیں ہو۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ بنے تو اطالیہ پر حملہ کردیں؟"

شاہ مہرجان۔ "ہو تو میرا بھی یہی خیال۔ نیپلز والوں کے ساتھ ہزار دوستی کیجیے مگر وہ ہمارے دشمن ہی بنینگے"

فرنان۔ "اسوا اس کے حضور نیپلز میں فرنچ لوگوں کی سلطنت ہو اور فرنچ لوگ ہم پر جیسے ظلم کر چکے ہیں ظاہر ہیں"

شاہ مہرجان۔ "مجھے پہلے نہ معلوم ہوا ورنہ الجزائر کے ایلچی جو پیام لائے تھے اُسے قبول کر لیتا"

فرنان۔ "ایلچی اُنکے آج بھی میرے قصر کے سامنے پڑے ہوئے ہیں جنھوں نے بہانہ تو یہ قرار دیا ہو کہ دان رادرق، اور الفانسو کی حفاظت کو آئے ہیں مگر اصلی مطلب یہ ہو کہ رعایا کو اُبھار اُبھار کے نیپلز کی دشمنی پر آمادہ کریں، اور یہی کر رہے ہیں۔ مجھے اُن کی سازشیں ہر ضلع میں نظر آئیں"

بوران۔ "تو اب ان کو یہاں سے ہٹاؤ۔ سلطانہ کی تخت نشینی کے لئے ہم سوچ کے جو تدبیر نکالتے ہیں اُسمیں یہ لوگ خلل انداز ہوتے ہیں"

فرنان۔ "لیکن اگر ناراض کر کے اُنھیں واپس کیا گیا تو مجھے اب ملک میں بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہو لوگ تیار ہی بیٹھے ہیں"

بوران۔ "تو پھر ہمارا اسمیں کیا حرج ہو؟ ہم کو اُن کی خواہش کے مطابق الجزائر والوں کی دوستی کر لینی چاہئے"

شاہ مہرجان۔ "اُن سے دوستی ہوتے ہی ہمیں نیپلز والوں سے لڑنا پڑے گا"

بوران۔ "تو کیا مضائقہ ہو۔ لڑ لینا۔ جب وہ ہمارے شہر مسینا میں آ آکے سازشیں پھیلاتے ہیں تو ہمیں اُن کی کیا مروت ہو سکتی ہو؟"

فرنان۔ "اب شاید ہمیں اہل نیپلز سے لڑنے کی ضرورت نہ پڑے گی، اس لئے کہ میں نے معتبر طور پر سُنا ہو کہ عنقریب نیپلز اور الجزائر والوں میں صلح ہونے والی ہو۔ دونوں لڑتے لڑتے عاجز آگئے ہیں، لہذا فی الحال اُنکے اطمینان کے لئے یہی کافی ہوگا کہ ہم میں اُن میں دوستی دیکھتی اور دشمن کے مقابلے میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد و پیمان ہو جائے۔ اور اگر ہم اس معاہدے میں اتنی قید اور بڑھا دیں کہ دونوں

سلطنتیں ایک دوسرے کا ساتھ دینے پر اُسوقت مجبور ہونگے جب لڑائی اپنی طرف نہ چھیڑی گئی ہو۔ بلکہ دفاعی اور صرف اپنا ملک بچانے کے لئے ہو۔ تو ہم ہی ہر طرح نفع میں رہینگے ۔ یہ مجھے یقین ہو کہ اب نہ کبھی نیپلز والے الجزائر پر چڑھ کے جائیں گے اور نہ الجزائر والے نیپلز والوں پر حملہ آور ہونگے ۔ اب جو کچھ اندیشہ ہو ہمیں نیپلز سے ہو جو ہمارے ملک کو اپنی پُرانی ملکیت اور جائداد سمجھے ہوئے ہیں ۔ سب طرف سے اطمینان ہوتے ہی وہ ہم پر حملہ آور ہونگے اور ایسی صورت میں اگر یہ معاہدہ ہوگیا تو ہمیں الجزائر والے ساتھ دینے اور مدد کرنے کو مل جائیں گے جو نیپلز والوں سے زبردست ہیں۔"

بوران :- "تم بہت دُور کی بات سوچتے ہو، بلا تامل صلح اور معاہدہ کرلو ۔ دیکھو دیر نہ لگانا ۔ اور ان لوگوں سے جو یہاں مدت سے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں کہو اپنے گھر جائیں۔"

شاہ مہرجان :- "میری بھی یہی رائے ہے۔"

فرنان :- "تو میں دو ہی چار روز میں اس صلح اور معاہدے کا بندوبست کرلوں گا۔"

اب وزیر فرنان بادشاہ اور اُس کی بہن سے رخصت ہوکے اپنے قصر میں آیا اُسی دن مرکیس سے اپنے کام کا جائزہ لے لیا ۔ اور اُس سے کہا "یہ جائزہ صرف بادشاہ کے دکھانے کے لئے ہو ورنہ ہم آپ ایک ہیں ۔ اور کوئی کام بغیر آپ کی مرضی کے اور بغیر آپ سے مشورہ کئے نہ ہوگا ۔ مرکیس نے اس کا شکریہ ادا کیا ۔ اور اُس کے بعد سے معمول رہا کہ مرکیس روز بلاناغہ وزیر فرنان کے قصر میں آتا ۔ اور اُس کا زیادہ وقت اُسی کی صحبت میں بسر ہوتا ۔ دو ہی چار مہینے کے اندر دونوں وزیروں کے مشورے سے بادشاہ اور اس کی بہن کی مرضی کے موافق الجزائر اور صقلیہ کی سلطنتوں میں معاہدہ ہوگیا کہ اپنے ملک کے بچانے اور حملہ آور دشمن کے روکنے میں دونوں سلطنتیں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گی ۔ اور اس معاہدے کی تکمیل کے دوران ہی میں نیپلز اور الجزائر میں صلح ہوگئی، اور جزائری بیڑا اپنے جہازوں پر سوار ہوکے خوش خوش اپنے گھر گئے ، اور صقلیہ کی مدد کے لئے دل و جان سے تیار تھے ، اس لئے کہ صقلیہ کی حفاظت میں خود اُن کی حفاظت تھی۔

چھٹا باب

انتخاب ولی عہد کی فکر

اس زمانے کو تقریباً تین سال گزر گئے ۔ نیپلز والوں کو جب معلوم ہوا کہ شاہ صقلیہ و سلطان الجزائر میں

معاہدۂ اتحاد ہوگیا ہو تو خاموش بیٹھ رہی اور صقلیہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی بھی کبھی اُنھیں جرأت نہ ہوئی سلطانہ کی بیباکیاں شہر آلرمو میں اور زیادہ مشہور ہوئیں، اور اُس کا گھر بدکار و بد مذاق بیہودہ وغیر مہذب نوجوانانِ صقلیہ کا مجمع اور ہر قسم کی آوارگیوں اور بدچلنیوں کا مرکز بن گیا۔

مگر بوران اور بادشاہ اُسی طرح اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ وارثِ تاج دسیر دہی قرار دیجائے لیکن اپنی ہر کوشش میں ناکام رہی اور کسی طرح زور نہ چلا آخر ایک دن وزیر فرنان نے بادشاہ کی حضوری میں بوران سے کہا "بجائے اِن شاہزادوں کے قتل کے درپے ہونے کے آپ یہ تدبیر کیوں نہیں کرتیں کہ اِن دونوں میں سے ایک کے ساتھ سلطانہ کی شادی ہوجائے، اور وہی لڑکا وارث تاج وتخت ہو"

بوران "اس طرح اصلی مالک سلطنت تو وہ لڑکا ہے گا۔ میری سلطانہ کو اُس کا تابعدار ہو کے رہنا پڑیگا مگر میری یہ تمنا تھی کہ سلطانہ کا دولھا اُس کا تابعدار اور غلام بن کے رہتا خیر (ایک ٹھنڈی سانس لیکے) جب اور کسی طرح زور نہ چلے گا تو بجبوراً یہی کرنا پڑے گا۔ مگر خرابی یہ ہو کہ اِن دونوں لڑکوں کے دل سے یہ چوٹ نہیں جاسکتی کہ اُن کے باپ کو میں نے قتل کرایا ہو۔ اس کا بدلہ اگر اُنھوں نے سلطانہ سے لینا چاہا تو مجھے قبر میں چین نہ آئے گا"

فرنان "آپ کا یہ اندیشہ بجا ہو مگر الفانسو نہایت شائستہ مصلحت بیں اور سعادتمند نوجوان ہو، اگر اُسکے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کیا گیا تو مجھے یقین ہو کہ وہ ایسی حرکت نہ کریگا"

شاہ مہرجان "لیکن اس کا بڑا بھائی واآن رادق تو بالکل نالائق ہو پچیس برس کی عمر ہوچکی مگر سمجھ آجتک نہیں آئی۔ کبھی میرے یا اپنی پھوپی کے سامنے آتا ہو تو نہ آدابِ صحبت کا کچھ لحاظ کرتا ہو نہ درباری تہذیب کا معلوم ہوتا ہو کہ جیسے کسی وحشی جانور کو جنگل سے پکڑ لائے ہیں اور آنکھوں سے ایسی وحشت برستی ہو کہ ڈر معلوم ہوتا ہو اُس پر تو میں ایک گھڑی کو بھی بھروسا نہ کروں گا"

بوران "(وزیر سے) "تو اچھا ایک دن تم الفانسو کو اپنے ساتھ دربار میں لے آؤ، اگر مجھے پسند آیا۔ اور اُس کی عادتیں اچھی نظر آئیں تو تمھارے ہی کہنے پر عمل کروں گی۔ اور فرنان کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنے سامنے اِن دونوں کی شادی کردیں اور ولی عہد میری سلطانہ قرار دیجائے؟"

فرنان "حضور کو اختیار ہو"

شاہ مہرجان "ہمیں اختیار تو بیشک ہو مگر ملک میں یہ کارروائی کس نظر سے دیکھی جائے گی؟"

فرنان "غلام کے خیال میں تو تمام اُمرا ناپسند کرینگے ساری رعایا بگڑ اُٹھی ہوگی، اور صقلیہ میں بڑا بھاری انقلاب ہوگا۔ پھر اُس کا انجام جو چاہے ہو۔ مگر مدتوں خونریزی ہوتے گی تب امن قائم ہوگا"

بوران:- تو پھر اِس کارروائی سے کیا فائدہ ہوا؟ خیر تم ایک دن اُسے لاؤ تو۔ میں ذرا اُس کی حالت تو دیکھ لوں"

فرنان:- میں کل ہی حاضر کر دوں گا۔ اور مجھے یقین ہی کہ حضور اُس کو دیکھ کے خوش ہونگی"

یہاں سے واپس جاتے ہی وزیر سیدھا الفانسو کے پاس گیا کہ دوسرے دن دربارِ شاہی میں حاضر ہونے کے لئے اُسے آمادہ کرے۔ مگر الفانسو اپنے کمرے میں نہ تھا۔ اب وہ سوا ضیا کی صحبت کے اور کہاں ہوسکتا تھا؟ لیگانو نے آداب بجا لاکے کہا "وہ ابھی باہر ٹہل رہے تھے۔ حکم ہو تو ڈھونڈھ کے بلا لاؤں؟

فرنان:- مجھے اُن سے ملنے کی سخت ضرورت ہی۔ مگر جلدی نہیں، اسوقت میں جاتا ہوں تھوڑی دیر کے بعد آؤں گا۔ تم اُن سے کہدینا کہ میرا انتظار کریں"

لیگانو:- میں انھیں حضور ہی کی خدمت میں نہ بھیج دوں؟"

فرنان:- نہیں میں اُن سے بے ادبی نہیں کر سکتا۔ میری تربیت میں ہیں تو کیا ہوا؟ ہیں تو میرے آقا اور آقا زادے؟ میں خود تھوڑی دیر میں آجاؤں گا" یہ کہہ کے وزیر چلا گیا۔ اُسکے جاتے ہی لیگانو نے باہر کی طرف سے ضیا کے کمرے میں جاکے اُسے خبر کی۔ الفانسو فوراً اپنے کمرے میں آیا۔ اور لیگانو نے وزیر کے آنے کی کیفیت بیان کی۔

اب الفانسو میں وہ اگلا طفلانہ مزاجی کا جوش متانت سے بدل گیا تھا۔ اور ضیا کے چہرے پر بھی وہ بچپن کی سادگی اور بھولے پن کی بے تکلفی شرم وحیا کا گھونگھٹ نکالنے لگی تھی۔ مگر باوجود اس قدرتی حجاب کے دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھلے ہوئے اور صاف تھے۔ ان دونوں عشق بازوں میں اگر نئی نئی ملاقات ہوئی ہوتی تو دونوں میں خودداری ہوتی۔ متانت ہوتی۔ ایک طرف سنبھلا ہوا تہذیب کا شوق ہوتا اور دوسری طرف حجاب کے پردے میں چھپی ہوئی لگاوٹ اور دلبری ہوتی، ملنا رُک رُک کے ہوتا۔ اور زیارت ودیدار کے موقع آتشِ شوق کو تیز کرکے اور دل کی لگی کو دھونک دھونک کے دئے جاتے، لیکن یہاں دونوں سینوں میں سادگی اور بچپن کی محبت نے ایسی گہری جگہ پکڑلی تھی، اور دونوں دلوں کی حالت طفلی کی سادگی نے اس طرح ایک دوسرے کے آگے کھول کے رکھ دی تھی کہ باوجود شباب کا زمانہ آنے اور دلوں میں کشش کے خطرناک جذبات کے پیدا ہوجانے کے وہی بے تکلفی تھی اور وہی سیدھی سادی خالص بے ریا الفت، نہ نازبرداری تھی، نہ ناز آفرینی۔ نہ رُکاوٹ تھی، نہ لگاوٹ، ایک کا حال دوسرے پر آئینہ تھا۔ دونوں دردِ دلی پر آہ کرنے کے ساتھ دوسرے کے دل پر تسلی کے لئے ہاتھ رکھتے تھے، اور مصلحت وضرورت کے لاکھ خلاف ہو ملاقات اور ہر وقت کے میل جول سے باز نہ آتے۔

لیگانو سے یہ سن کے کہ وزیر فرنان آیا اور میں نہ ملا۔ الفانسو کو بڑی ندامت ہوئی۔ دلمیں کہتا واقعی ہم دونوں بڑے بے احتیاط ہیں کم سے کم دن کو توہمیں جدا اور اپنے کردں میں رہنا چاہیئے؟ مگر آہ! دل نہیں مانتا۔ نہ میرا دل مانتا ہو اور نہ ضیا کا۔ ہم دونوں کی عجب حالت ہو۔ اگر میں مصلحت کا خیال کرکے رکتا ہوں تو وہ زبردستی بلاتی ہو۔ اگر وہ کبھی انجام کو سوچ کے رُکتی ہو تو میں زبردستی جا پہونچتا ہوں میں آتش شوق پر پانی ڈالتا ہوں تو وہ پھونک پھونک کے بھڑکا دیتی ہو۔ وہ اس آگ کو بجھانا چاہتی ہو تو میں دھونک دھونک کے مشتعل کردیتا ہوں۔ خیر۔ اب اسی میں مصلحت ہو کہ میں وہاں کا دن کا جانا چھوڑ دوں، اور فقط رات کو چند گھنٹے بیٹھ کے چلا آیا کروں۔

اسی سوچ میں تھا کہ وزیر فرنان آگیا۔ آہٹ پاتے ہی الفانسو تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ وزیر موصوف کے آداب شاہی بجالایا۔ اور کہا "آپ آقا ہیں میں نوکر۔ میری تعظیم کے لئے آپ نہ اُٹھا کریں۔"

الفانسو "میں آپ کو باپ کی جگہ سمجھتا ہوں۔ دنیا میں میرے مربی اور سرپرست جو کچھ ہیں آپ ہیں۔ آپ ہی کی شفقت نے مجھے انسان بنایا۔ اور اس قابل کیا کہ اپنا نیک و بد سمجھوں۔ آپکی عنایت نہ ہوتی تو شاید میں اب تک زندہ نہ ہوتا۔ میں ناشکرا نہیں ہوں۔ زندگی بھر میرا فرض رہیگا کہ آپ کا ادب کروں اور آپکے حکم سے باہر نہ ہوں۔"

فرنان "آپ کی یہ سعادتمندی دیکھ دیکھ کے میں بہت خوش ہوتا ہوں۔ اور مجھے قوی اُمید ہو کہ آیندہ صاحب تاج و تخت آپ ہی ہونگے۔ شاید اسی خیال سے آپکے چچا بادشاہ مہرجان اور آپ کی پھوپی بوزان نے آپ کو بلایا ہو۔ کل میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہیئے گا۔ اور وہاں دونوں کے سامنے ایسے آداب و شائستگی سے جائیے اور اس طرح ادب و اخلاق سے باتیں کیجئے کہ انھیں یقین آجائے کہ بادشاہوں میں جس تہذیب دانائی اور جیسی فراست و قابلیت کی ضرورت ہو آپ میں موجود ہو۔"

الفانسو "آپکے حکم کی تعمیل میں مجھے عذر نہیں ہو۔ ورنہ آپ جان سکتے ہیں کہ اپنے باپ کے قاتلوں سے میں صفائی اور شگفتگی سے نہیں مل سکتا۔"

فرنان "یہ آپ کی ناتجربہ کاری ہو۔ سلطنت و حکمرانی اور تاج و تخت کے لئے ہر ملک میں ایسے واقعات اکثر پیش آیا کرتے ہیں، اور مصلحت و ضرورت نے ہمیشہ بڑے بڑے صاحب عقل تاجداروں کو اس کا خیال بھلا دیا ہو۔ تخت نشینی کی قابلیت کا تقاضا یہی ہو کہ آپ اُن گذشتہ واقعات کو دل سے نکال ڈالیں اور موجودہ فرمانروا اور اُس کی صاحب ہوش بہن سے اُسی طرح ملیں جس طرح ایک ولی عہد کو اپنے مورث سے ملنا چاہیئے۔"

یہیں تک باتیں ہوئی تھیں کہ ایوانِ شہریاری سے ایک سوار گھبرایا اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ اور وزیر کے سامنے آکے عرض کیا۔ جہاں پناہ کی طبیعت یکایک ناساز ہوگئی، فالج گرا ہے جس سے حرکت مفقود ہے نقطہ زبان سے کچھ بگڑے ہوئے لفظ نکل جاتے ہیں۔ اور رُک رُک کے دو ایک باتیں کرتے ہیں اُنھوں نے گرتے ہی آپ کو یاد کیا اور فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا۔"

یہ خبر سارے قصر میں مشہور ہوگئی، اور جس نے سنا بدحواس ہوگیا اس لئے کہ اُن دنوں کسی بادشاہ کا سخت مرض میں مبتلا ہونا شہر اور آبادی کے لئے نہایت ہی خطرناک تصور کیا جاتا تھا۔ ایسے اوقات میں اکثر شہر لُٹ جایا کرتے۔ اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ وزیر فرتان فوراً گھبرا کے ایوانِ شاہی میں گیا۔

اُس کے جاتے ہی الفانسو کے دل میں آئی کہ وزیر کی ان باتوں اور بادشاہ کے ناگہاں بیمار پڑ جانے کو پیاری ضیا سے جا کے بیان کرے۔ مگر وزیر کے آنے سے پہلے جو خیالات اُس کے دل میں گذرے تھے اُن کا اثر ابھی تک باقی تھا۔ ذرا سوچ کے آپ ہی آپ کہنے لگا "نہیں، اب میں رات ہی کو ضیا سے ملوں گا۔ دن کو اُس کے پاس جانا مصلحت کے خلاف ہے" اور اپنے کمرے سے باہر نکل کے سمندر کے کنارے ٹہلنے لگا۔

ساتواں باب

بیانِ وفا

یہ دن الفانسو نے دل پر جبر کر کے بڑی مشکل سے کاٹا۔ اور در اصل یہ اُس کے لئے ہجر کا ایک نہایت ہی ناقابلِ برداشت زمانہ تھا۔ کوئی شبِ فراق کو تارے گن گن کے اور تڑپ تڑپ کے کاٹتا ہے۔ اُس نے گھڑیاں گن گن کے اور آتشِ فراق کے گلخن پر لوٹ لوٹ کے یہ قیامت کا دن کاٹا۔ خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ تارے نکلے چراغ روشن ہوئے اور بادشاہ کی سخت بیماری کے اندیشے سے سرِ شام ہی سناٹا ہوگیا الفانسو نے اب اپنا مقررہ زمانۂ فراق ختم کر کے لیگانو کو سامنے بلایا اور کہا "میں ضیا کے کمرے میں جاتا ہوں۔ تم آج رات کو جاگتے رہنا اور اگر وزیر آئیں یا اور کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے فوراً خبر کرنا" یہ کہہ کے اُس نے مخفی دروازہ کھول کے تہ خانے کی راہ لی۔ ضیا کے کمرے میں پہونچا تو کیا دیکھتا ہے کہ معشوقۂ نازنین کے پھول سے رخساروں پر آنسو جاری ہیں، اور آریہ محبت سے اُنھیں پونچھ پونچھ کے

تسلی دے رہی ہو۔ یہ جگر خراش منظر دیکھتے ہی بھوچکا رہ گیا۔ اور نہایت ہی اضطراب کے ساتھ ماریہ سے پوچھا "کیا ہوا کیا؟ وزیر زمان نے کچھ کہا؟ یا کسی اور سے کچھ گستاخی ہوئی؟ آخر ماجرا کیا ہے؟ جلدی کہو۔ یہ حالت دیکھ کے میرا کلیجہ شق ہوا جاتا ہے"

ماریہ:۔ "جو کچھ کیا ہے آپنے کیا ہے"

الفالنسو:۔ (حیرت سے) "میں نے! آخر مجھے اپنا قصور بھی تو معلوم ہو؟"

ماریہ:۔ "آپ ہی نے ہماری بی بی کو ہر گھڑی آ آ کے ایسا گرویدہ بنا لیا کہ آپکے بغیر ایک گھڑی کا کٹنا بھی قیامت ہو جاتا ہے۔ یا آج ایسے بھولے کہ دن بھر خبر نہ لی۔ آپ ہی بتلائیے کہ روز تو آپ دن بھر یہاں کے بیسیوں چکر لگایا کرتے تھے یا آج دن بھر انھیں حیران و پریشان رکھ کے اسوقت آئے ہیں۔ بھلا یہ آپ کو مناسب تھا؟ ان کے دل کی نزاکت ہی کا خیال کیا ہوتا!"

الفالنسو:۔ "بس یہی شکایت ہے؟ بے شک میرا قصور ہے۔ جو سزا دیجائے اُس کا سزاوار ہوں، اور اس سے بڑی سزا کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی جان سے زیادہ پیاری ضیا کو روتے اور آنسو بہاتے دیکھ رہا ہوں۔ لیکن ایسی سخت سزا دینے سے پہلے میرے نہ آنے کا سبب بھی تو سُن لو۔ تھارے ابا جان میرے وہاں آئے اور میں یہاں تھا۔ لیگا تو بلائے گیا جسپر مجھے ندامت ہوئی۔ وہاں گیا تو معلوم ہوا کہ وہ تھوڑی دیر میں آنے کو کہہ گئے ہیں اُن کا انتظار کرتا رہا۔ آخر وہ آئے اور کہا کہ "کل تھیں میرے ساتھ دربار شاہی میں جانا ہوگا۔ تیاریاں کر رکھو۔ اور غالباً اس لئے بلائے گئے ہو کہ تم کو وہ اپنا ولی عہد قرار دیں" اتنے میں ناگہاں خبر آئی کہ بادشاہ سخت بیمار ہو گئے، اور وہ گھبرا کے وہاں دوڑے گئے، اُنکے جانے کے بعد میں نے آنے کا ارادہ کیا مگر دل میں آئی کہ اب دن کو بار بار یہاں آنے میں اِن کی اور میری دونوں کی بدنامی کا اندیشہ ہے۔ یہ سوچ کے ارادہ کر لیا کہ اب رات ہی کو ملا کروں گا۔ اگرچہ دل کسی طرح نہ مانتا تھا۔ کسی بات میں نہ لگتا تھا۔ مگر دل پر جبر کر کے نہایت ہی تکلیف و بدمزگی سے میں نے دن ختم کیا، اور شام ہوتے ہی حاضر ہو گیا"

ضیا:۔ "وہ تو میں پہلے ہی سن چکی تھی کہ شاہزادوں کی محبت کا اعتبار نہیں، اب تو تھیں ولی عہدی کا نشہ تھا کسی کا خیال آنے کی کیا وجہ؟ وہ محبت و الفت وہ راز و نیاز کی باتیں اور وہ رات دن کی صحبتیں سب بچپن کے کھیل تھے جو بچپن ہی کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ اصل میں میری ہی بیوقوفی تھی جو دل کو یوں ہاتھ سے دیدیا۔ اور یہ نہ سوچی کہ یہ سب باتیں اس تعلیم و تربیت اور کمسنی کے ساتھ ہیں تم کو جب ہوش آئے گا۔ اپنی حالت و حیثیت پر غور کروگے اور سمجھوگے کہ میں تاج و تخت کا وارث ہونے والا ہوں

پھر کوئی شاہی خاندان کی لڑکی کوئی معزز شاہزادی اپنے لیے ڈھونڈھ لوگے اور پروا بھی نہ ہوگی کہ کبھی کسی سے کیسی محبت تھی؟"

الفانسو (سخت حیرت واستعجاب سے) "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مین جو تم پر جان دینے کو تیار ہون اسکی محبت اور دوستی کو تم ایسا خیال کرتی ہو! مجھے تخت و تاج کسی چیز کی ضرورت نہین مجھے تو بس اکیلی تم چاہیے ہو ایسے ایسے سو تخت و تاج تم پر قربان کر دون گا۔ اور تمھین اپنے ہاتھ سے نہ جانے دون گا!!"

ضیا "یہ فقط زبانی جمع خرچ ہے۔ آج اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ شاید بادشاہ اپنا ولی عہد مقرر کرین گے پھر اس کے بعد بادشاہ کی بیماری کی خبر سنی بس اتنے ہی مین مزاج بدل گیا۔ اور صرف اتنا سُن لینے کا یہ اثر ہوا کہ دن بھر ادھر کا رخ نہ کیا جب تخت پر بیٹھ گئے تو میری یاد کیون آنے لگی تھی؟"

الفانسو "پیاری ضیا ایسا نہ کہو۔ اس زخمی دل مین اور زخم نہ ڈالو مین سچ کہتا ہون کہ بغیر تمھارے میری زندگی نہین ہو سکتی۔ ہماری یہ محبت و الفت ایسی نہین ہے کہ مرتے دم تک کبھی کم ہو جائے۔ اول تو مجھے سلطنت ملنے کی امید ہی نہین ظالم پھوپی بادشاہ کی آنکھ بند ہونے سے پہلے ہی میری زندگی کا فیصلہ کر دے گی۔ اور اگر بچ بھی گیا تو بڑے بھائی کے ہوتے ہوے مجھے کون پوچھے گا؟ اس پر بھی اگر سلطنت مل گئی تو یقین جانو کہ میرے برابر تخت پہ بیٹھنے والی عالی مرتبہ ملکہ تم ہی ہوگی اور تمھارے سوا کوئی نہین ہو سکتا۔"

ضیا "بس زیادہ دل نہ دکھاؤ۔ تمھارا آج کا رنگ دیکھ کے دل ٹوٹ گیا۔ اگرچہ مین تمھین دل دے کے اب اس قابل نہین رہی ہون کہ کسی اور کو اس دل مین جگہ دون۔ مگر اسی محبت کے جوش سے جو مجھے تمھارے ساتھ ہے مین تمھاری برائی نہین چاہتی۔ رات دن مین دعا کرتی ہون اور کرون گی کہ میرا چاہے جو حال ہو تم خوش رہو تمھاری آرزوئین پوری ہون۔ اور کوئی خوبصورت شاہزادی تمھاری ملکہ ہو۔"

الفانسو۔ (رک رک کے اور بات کاٹ کے) "خدا کے لیے یہ نہ کہو میرے لیے یہ دعا نہین گالی ہے۔ اس کی مین تاب نہین لا سکتا۔ شاہزادی ہو یا شہنشاہ زادی جس دل مین تمھاری صورت بسی ہوئی ہے اس مین تمھارے سوا کسی کو جگہ نہین مل سکتی۔"

ضیا:۔ مین نے تو جب سنا شاہزادون کا یہی حال سنا جو خوبصورت لڑکی مل جائے اُس کے پھانسنے کے لیے پھسلانے اور محبت جتانے لگتے ہین۔ مگر دل مین خاک ہی اُڑتی رہتی ہے“!

الفانسو:۔ ضیا! پیاری ضیا! میری آرزوٴن۔ میری تمناوٴن اور میری سچی محبت کو یون خاک مین نہ ملاوٴ۔ اپنی ملاقات راہ و رسم ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور رہنے سے بے تکلفی ہو جانے سے تم کو میرا یہی اندازہ ہوا ہے؟“

ضیا:۔ پھر مین مانے لیتی ہون کہ تم کو دل سے محبت ہے۔ اور مجھے چاہتے ہو مگر مجھے اپنی قسمت سے ایسی امید ہی نہین کہ صقلیہ کی ملکہ بنون۔ مجھے تو کچھ ایسے نحوست کے آثار دکھائی دیتے ہین اور ایسی ایسی بد شگونیان ہوتی ہین کہ تم سے نباہ ہونے کی بالکل امید نہین باقی رہی۔ بس بس جاوٴ اپنے لیے اپنے ہی رتبے اور درجے کی کوئی شہزادی ڈھونڈھ لو۔ اور مجھے میری حالت مین چھوڑ دو۔ مین اس رتبہ اور عزت کے قابل نہین ہون“!

الفانسو:۔ آہ! ضیا۔ اپنے عاشق دلدادہ پر ایسا ظلم؟“

ضیا:۔ خود تمھاری مصلحت بھی اسی مین ہے کہ کسی زبردست بادشاہ کی بیٹی کو اپنی دولھن بناوٴ۔ میری وجہ سے تمھاری عزت اور تمھارے مرتبہ مین فرق آجائے گا“!

الفانسو:۔ اگر عزت۔ آبرو۔ رتبہ۔ دولت۔ سلطنت۔ اور دنیا کی اور تمام اچھی چیزین ضیا سے علیحدہ رہنے مین مل سکتی ہین تو مجھے اُن مین سے کسی چیز کی ضرورت نہین۔ تمھین اپنے آغوش شوق مین لون گا۔ اور سب سے دست بردار ہو جاوٴن گا“!

ضیا:۔ مین نے مانا کہ اس وقت تمھارے دل مین یہی ہے۔ اور میری محبت کا سچے دل سے دم بھر رہے ہو۔ لیکن جب تخت پر بیٹھو گے تاج شاہی سر پہ رکھو گے وزرا و امرا آآکے سامنے زمین بوس ہون گے۔ ساری دنیا اپنے زیر فرمان اور زمانہ اپنا درم ناخریدہ غلام نظر آئے گا۔ اور تجربہ کار وزرا و مشیران دولت آکے مشورہ دین گے کہ حضور فلان شاہزادی کے لیے پیام دین۔ اور فلان

سلطنت سے رشتہ پیدا کرین تو خواہ مخواہ وہی کروگے جو سب کی رائے ہوگی۔ اس لیے الفانسو اُس وقت کے چھوڑنے سے لاکھ درجہ اچھا ہے کہ آج ہی چھوڑ دو۔ اور سمجھ لو کہ وزیر کی بیٹی جو میرے بچپن کا کھلونا تھی نہ میری ہم رتبہ ہے اور نہ میری ملکہ بننے کے قابل ہے"۔

الفانسو: "ضیا یہ تھین بیٹھے بیٹھے کیا ہو گیا؟ کیون میری جان کی دشمن ہوئی ہو؟ میرا دل اس قابل ہی نہین رہا کہ تمھارے خلاف کسی وزیر و مشیر کی زبان سے کوئی لفظ سنون۔ کیا کرون اور کیونکر کہون کہ تھین میرا اعتبار آئے؟ اچھا مین خدا کی خداوند مسیح کی کنواری مان کی۔ اور سارے دیوتون کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ اگر تخت پر بیٹھا تو جو پہلا کام کرون گا یہ ہوگا کہ تھین عزت کے ساتھ دربار مین بلواؤن گا۔ باقاعدہ طریقہ کے ساتھ تم کو اپنی ملکہ بناؤن گا۔ اور سر دربار سارے امرا کے سر تمھارے آگے جھکا دون گا۔ اب بھی یقین نہین آتا تو مین یہ اقرار کرنے کو موجود ہون کہ سارا زمانہ ایک طرف ہو مگر مین تاج و تخت کو نہ قبول کرون گا۔ اور تمھارا گھر چھوڑ کے کہین نہ جاؤن گا"۔

یہ کہہ کے الفانسو نے بڑھ کے ضیا کے آنسو پونچھے۔ اسے گلے سے لگایا۔ اور کہا "آج میرے غیر حاضر رہنے ہی سے اگر تمھارے دل مین یہ باتین پیدا ہوئین تو وعدہ کرتا ہون کہ تمھارے ہی پاس بیٹھا رہون گا۔ اور کہین نہ جاؤن گا۔ اس مین چاہے وزیر یہ فرمان ناراض ہون یا دنیا بدنام کرے مگر میرا قدم یہان سے نہ ہٹنے گا"۔

ضیا: "مین یہ نہین کہتی کہ تم کہین جاؤ ہی نہین۔ مگر خاص آج کے دن ولیعہدی کا مژدہ سنتے ہی تمھارے بے پروا ہو جانے سے میرے دل مین یہ خیال گزرا اور اب تم نے قسم کھائی ہے تو مجھے تھوڑا بہت اطمینان ہو گیا۔ خدا کرے تم اپنے اس قول کو نباہو۔ اور ہمیشہ یاد رکھو مین اپنے دل سے مجبور ہون اور تم جانتے ہو کہ عورت کی جیسی حالت نازک ہوتی ہے ویسا ہی اس کا دل بھی نازک ہوتا ہے۔ تم نے بیشک مجھے دل دیا۔ مگر مردانہ ضبط و تحمل سے کام لے کے تم اس دل کو مجھ سے چھین بھی لے سکتے ہو اور تمھارے اختیار مین ہے کہ

مجھ سے لے کے کسی اور کو دیدو۔ مگر عورت یہ نہین کر سکتی وہ جس کی ہوئی اُس کی ہوئی۔ میرے بس کی یہ بات نہین ہو کہ اب دل دینے کے بعد تم سے اسے واپس لے لون۔ اس کے اندر تمھاری صورت اتر گئی ہے جو کسی طرح مٹائے نہین مٹ سکتی"

الفانسو:۔ اگر عورت اور مرد کے دل کا یہی امتیاز ہو تو مین سچ کہتا ہون کہ عشق کے معاملے مین میلز یہ دل مرد کا نہین عورت کا ہو۔ یہ ہرگز میرے امکان مین نہین کہ تمھاری پیاری تصویر کو اس پر سے مٹا سکون۔ یہ دل تمھارا ہو چکا اور یقین جانو کہ اب کسی کو نہین دیا جا سکتا۔

ان باتون سے ضیا کے دل کو تسکین ہوئی۔ پھر وہی ہنسی خوشی کی باتین اور لطف و محبت کی داستانین چھڑ گئین۔ اور آدھی رات تک اسکے پاس ٹھہر کے اور اُسے وہی پہلی سی شگفتہ مزاج معشوقہ بنا کے الفانسو اپنے کمرے مین آیا۔ اور سو رہا۔

آٹھوان باب

دربار تخت نشینی

دوسری صبح کو آفتاب جاہ و جلال اور شان و شوکت سے نکلا ہی۔ اسکی روشنی نے سمندر اور زمین دونون پر زری کا فرش بچھا دیا ہی۔ مطلع خوب صاف ہی۔ مگر بگر مو اور اسکے قرب و جوار مین سناٹا ہی ہر طرف لوگ بادشاہ کی خیریت دریافت کرتے پھرتے ہین۔ مگر کسی سے اطمینان بخش جواب نہین ملتا۔ الفانسو کو اس وقت کی فضا کچھ ایسی اچھی نظر آئی کہ اپنے کمرے سے نکل کے سمندر کے کنارے ٹہلنے لگا۔ عالم پر عجب بہار نظر آئی۔ آسمان کے عکس نے بحر روم کے نیلے پانی کو اور نیلا بنا دیا تھا اور اس پہ آفتاب نے زر افشانی کی تھی۔ ہلکی موجون نے ساری سطح آب پر طلائی مشجر بنا دیا تھا جو افق تک پھیلا اور متحرک ہونے کی وجہ سے جگمگاتا نظر آتا تھا۔

ناگہان اس نے دیکھا کہ قصر کے دوسرے سرے یعنی ضیا کے کمرے سے وزیر قرنان درباری لباس پہنے نکلا۔ اور اسکی طرف آرہا ہے۔ کئی اور امرا اور سرداران فوج اسکے ساتھ ہین۔ اور خود شاہزادی ضیا اور اسکی دایہ آریہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہین یہ دیکھتے ہی دل مین سہم گیا کہ معلوم ہوتا ہے وزیر کو میرے اور ضیا کے تعلقات محبت اور روزانہ آمد و رفت کی خبر ہو گئی۔ گھبرا کے سوچنے لگا کہ اگر اس نے پوچھا تو کیا جواب دونگا؟ اتنے مین وزیر نے قریب آکے حسب معمول شاہی ادب سے سلام کیا۔ دعا دی اور ہاتھ جوڑ کے کہا "حضور اندر تشریف لے چلین مجھے ایک نہایت ہی ضروری امر عرض کرنا ہے"

الفانسو۔ (ناگواری کی وضع سے) "مین آپ کے حکم کے مطابق اندر چلتا ہون۔ مگر اتنا عرض کرنے کی اجازت دیجیے کہ آپ کو مین اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہون۔ اور بیٹون کی طرح آپ کے گھر مین رہا ہون۔ ایسے آداب اور تعظیمی الفاظ آپ کی زبان سے سن کے میرے دل کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور بڑی شرم معلوم ہوتی ہے"

قرنان "خیر اس بارے مین مین معافی مانگ لونگا۔ مگر حضور اندر تشریف لے چلین"

الفانسو نے اسکے حکم کی نہایت خاموشی اور گھبراہٹ کے ساتھ تعمیل کی اور اپنے اس بڑے کمرے مین گیا جو ملاقاتیون سے ملنے جلنے کا تھا۔ قرنان نے دیگر امرا کو باہر ہی روک دیا اور خود مع اپنی بیٹی ضیا اور آریہ کے اندر داخل ہوا۔ الفانسو ابتک کھڑا ہوا تھا کہ وزیر آکے بیٹھے تو بیٹھون۔ مگر وزیر قرنان نے آتے ہی کہا "آپ بیٹھ جائین؟"

الفانسو "پہلے آپ بیٹھیے تو مین بیٹھون گا"

قرنان (دست بستہ) "نہین آپ ہی بیٹھین" الفانسو اس حد سے گذرے غیر معمولی اخلاق کو بنانا اور کسی سخت بازپرس کا مقدمہ سمجھا مگر مجال انکار نہ پا کے بیٹھ گیا۔

اب قرنان نے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کے اور زمین چوم کے کہا "مین ایک افسوس اور رنج و غم کی خبر سنانے کو حاضر ہوا ہون۔ مگر اس کے ساتھ ہی حضور کے لیے ایک بہت ہی اچھا مژدہ بھی ہے۔ آپ کے چچا شاہ مرجان نے رات کو سفر آخرت کیا۔ اور حضور کے لیے ولیعہدی کی وصیت کر گئے ہین۔ لہذا اب اس

گھڑی سے حضور ہی بادشاہ جہان پناہ جزیرۂ صقلیہ کے تاجدار اور ہمارے جان ومال کے مالک ہین یہ کہہ کے اس نے جوش وخروش سے نعرہ بلند کیا کہ "بادشاہ الفانسو سلامت" "اور ہمارے نوجوان تاجدار کا اقبال بلند" ساتھ ہی اُن تمام امرا نے جو باہر کھڑے تھے زور وشور سے یہی نعرہ لگایا۔ اور مبارکباد کا غلغلہ خشکی مین بڑھ کے پہاڑون سے ٹکرایا تو سمندر کی لہرون پر سوار ہو کے افق فلک تک دوڑ گیا۔

الفانسو اپنی حالت وحیثیت کے اس فوری انقلاب کو دیکھ کے گھبرا سا گیا اور جوش مسرت سے گنگ سا تھا کہ وزیر فرنان نے پھر زمین بوس ہو کے ادب سے عرض کیا "جہان پناہ! شب بھر مین نے اس خبر کو مخفی رکھا مگر صبح ہوتے ہی لوگون کو خبر ہو گئی۔ چنانچہ قصر مین تمام امراے سلطنت اور سرداران فوج جمع ہین اور منتظر ہین کہ حضور سریر شہریاری پر رونق افروز ہون۔ تو آداب بجا لا کے حسب درجہ نذرین پیش کرین۔ بس اب حضور شاہی گھوڑے پر سوار ہو کے وہان تشریف لے چلین اور اپنی رعایا کو اپنا جمال جہان آرا دکھائین۔ گھوڑا مع جلوس کے اس طرف تیار ہے"۔

الفانسو۔ "مین آپ کی زبان سے یہ مژدہ سن کے خوش ہوا۔ مگر اب وارث تاج وتخت ہونے کے بعد بھی آپ کو یقین دلاتا ہون کہ مین آپ کو اپنے والد کی جگہ سمجھون گا۔ اور ہمیشہ باپ ہی کے لفظ سے آپ کی طرف خطاب کیا کرون گا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ کہنا ہے کہ آپ کے نیک مشورون اور آپ کی سچی خیرخواہیون اور خوش تدبیریون کا جس قدر مجھے تجربہ ہے کسی کو نہ ہو گا۔ لہذا میرے زمانے مین بھی وزیراعظم اور مدار المہام سلطنت آپ ہی رہین گے"۔

فرنان۔ (زمین بوس ہو کے اور دست بستہ) "یہ حضور کی قدردانی وذرہ نوازی ہے"۔

الفانسو۔ "آپ یون میری التجا نہین سنتے تو مین آپ کو حکم دیتا ہون کہ آئندہ میری طرف حضور اور سرکار اور جہان پناہ اور اس قسم کے دیگر الفاظ سے آپ نہ خطاب کیا کرین"۔

فرنان:- جو حکم ہوگا بجا لاؤں گا۔"

الفانسو:- "اب ایک اور ضروری بات سُن لیجیے۔ آپ نے مجھے پال کے بڑا کیا اور اس درجہ کو پہونچا دیا۔ آج وہ دِن ہے کہ آپ اپنے حقوق تربیت ادا کر چکے اور مین آپ کی سراپا شفقت حکومت سے نکل کے فرمان روائے صقلیہ بنتا ہون۔ اگرچہ اب بہ ظاہر مین حاکم ہون گا اور آپ محکوم ہون گے۔ لیکن یقین جانیے کہ آپ کو جو حقیقی حکومت مجھ پر آج تک رہی ہے زندگی بھر برقرار رہے گی۔ اور مین کبھی آپ کی حکومت سے باہر نہ ہون گا۔"

اب اس نے ضیا کی طرف رخ کر کے کہا "ضیا تم اس گذشتہ زندگی مین میری انیس و جلیس رہی ہو۔ اور محبت و الفت نے ہم دونون کے دلون کو ایک ہی لڑی مین گوندھ دیا ہے۔ ہماری زبانون نے ہماری نگاہون نے اور ہمارے دلون نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیے ہین اور خدا جانے کیسی کیسی امیدون سے ہمارے محبت مین ڈوبے ہوے دل لبریز ہین تمھارے والد کو ہمارے دلون کے لگاؤ اور ہمارے اُنس و محبت کی خبر نہین ہے۔ مگر اب مخفی رکھنے کا زمانہ گذر گیا۔ اور وقت آگیا کہ محبت کے مقررہ و مروجہ رسوم کے ساتھ ہم ایک دوسرے سے وابستہ ہو جائین۔"

یہ کلمات سنتے ہی وزیر حیرت زدہ ہو گیا چہرہ کہہ رہا تھا کہ اسے ایک ایسا راز معلوم ہوا جس کے لیے وہ تیار نہ تھا۔ اور جو بادنی النظر مین اسے ناگوار گزر رہا تھا مگر ضیا کا گورا چہرہ خوشی کے جوش سے چمک اُٹھا۔ اور اُس چمک مین ندامت اور شرم نے اپنی سرخی ملا دی تاہم اس نے زبان کو بجبر اپنے قابو مین لا کے الفانسو کا شکریہ ادا کیا۔ اور نظر نیچی کر لی۔

اب الفانسو نے میز پر سے جو قریب ہی تھی ایک کاغذ کا ٹکڑا اٹھا لیا۔ پھر اپنی مہر کی انگوٹھی انگلی سے اتار کے اُس پر رکھی اور ہاتھ سے ضیا کیطرف بڑھا کے کہا "لو یہ کاغذ اور مہر موجود ہے۔ میری طرف سے جو اقرار و عدہ یا عہد و پیمان چاہو لکھ کے اس پر میری مہر کر لو۔ تمھین پورا اختیار دیتا ہون! اور وعدہ کرتا ہون کہ تم میری طرف سے جو شرطین لکھ دو گی اُن کو زندگی بھر نباہون گا۔"

ضیا کو اس پیار و ندامت ہوئی شرمگین آنکھین نیچے جھکا لین۔ ہم بصورت نادم چہرہ زمین کیطرف جھک سا گیا۔ اور بغیر اس کے کہ چار آنکھین کرے بولی۔ مین آپ کی عنایت و محبت

کی شکر گزار ہون۔ آپ کی اس نظر کرم اور مرحمت و توجہ کو دل و جان سے اور بڑی خوشی سے قبول کرتی ہون۔ مگر میرا معاملہ بابا جان کے ہاتھ مین ہے وہی میرے مالک و مختار ہین۔ اس لیے یہ کاغذ اور مہر انھین کے ہاتھ مین دیجیے۔ تاکہ جو مناسب سمجھین لکھ دین" یہ کہہ کے اس نے کاغذ اور مہر کو الفانسو کے ہاتھ سے لے کے باپ کیطرف بڑھا دیا۔ وزیر قزمان نے دونون چیزون کو لے کے جیب مین رکھ لیا۔ اور کہا "اب حضور کو دربار مین تشریف لے چلنے کے لیے جلدی کرنی چاہیے"۔

الفانسو: ہان اس تحریر کے بارے مین آپ کو آزادی ہے۔ اور کوئی جلدی نہین جب مناسب سمجھیئے گا اطمینان سے بیٹھ کے لکھ لیجیے گا"۔

یہ کہہ کے درباری لباس شاہی پہننے کے لیے لباس کے کمرے مین گیا۔ اور وزیر قزمان سے کہا "آپ چل کے دربار کا انتظام کرین مین ابھی حاضر ہوتا ہون۔ قزمان ضیا کو اپنے ساتھ گاڑی پر بٹھا کے فوراً قصر شاہی کو روانہ ہوا۔ اور جو لوگ باہر ٹھہرے ہوے تھے انھین وہین روک دیا کہ بادشاہ کے ہمراہ رکاب آئین۔

تھوڑی دیر مین الفانسو نے باہر نکل کے شاہی جلوس اور معززین شہر کے ایک مختصر گروہ کے ساتھ ترمو کی راہ لی۔ اہل شہر اس کی تخت نشینی کی خبر سن کے بہت ہی خوش تھے۔ جدھر سے وہ گزرتا لوگ دیکھتے ہی مسرت کے نعرے لگاتے اور "بادشاہ سلامت"، کا غلغلہ بلند کرتے۔ اور وہ ہاتھ اور سر کے اشارون سے ان کا شکریہ ادا کرتا جاتا تھا تخت گاہ کے محل کے دروازے پر خلقت کا بہت ہجوم تھا۔ جنھون نے اس کا سامنا ہوتے ہی مبارکباد اور دعاے دولت کا شور مچا یا۔ فوراً وزیر قزمان تمام ارکین سلطنت وزرا و امرا رؤسا و سرداران فوج استقبال کے لیے باہر آئے اور سب مبارک باد کے نعرے بلند کرتے ہوے اُسے اندر لے گئے۔

اندر جا کے الفانسو نے دیکھا کہ تخت شاہی کے پاس ہی شہ نشین کے چبوترے پر ایک طلائی کرسی کے اوپر سلطانہ بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے پیچھے دوسری کرسی پر اُسکی پھوپی تورازان ہے۔ سلطانہ کا چہرہ ماموں کے غم مین غم آلود اور حسرت ناک تھا اور سیاہ ماتمی لباس پہنے ہوئی تھی۔ مگر الفانسو کی صورت دیکھتے ہی اُس نے اپنا چہرہ بشاش بنا لیا۔ بڑھ کے اس سے ہاتھ ملایا۔ اور رسیلی آنکھون اور دلربا ادائون

سی لگاوٹ کرنے لگی۔ گویا الفانسو اس کا اصلی محبوب ہی اور اس سی زیادہ محبت اسی کسی کے ساتھ نہین ہی۔ اُسکی ان لگاوٹون کو وہ دل مین سمجھا۔ مگر اپنی طرف سے خفیف سی رکاوٹ بھی ظاہر ہونے کو بد تہذیبی خیال کرکے بہ ظاہر اُس سے کھل کے ملا۔ اور جیسا میلان طبع سلطانہ نے اسکی طرف ظاہر کیا تھا اُس سی زیادہ الفانسو نے اُسکی طرف دکھایا۔ یہ دیکھ کے پوران مطمئن اور بہت ہی خوش ہوئی۔ اور سلطانہ نے اُسکی بغل مین ہاتھ دے کے اُسے تخت شاہی تک پہونچایا۔ جس پہ وزیر فرنان نے ہاتھ پکڑ کے بٹھا دیا۔ ماہ سیما نازنین ضیا اپنے باپ کے برابر ایک کرسی پہ خاموش بیٹھی تھی اور سلطانہ کی حرکتون کو بھولے پن کی نگاہون سے دیکھ رہی تھی۔ اب حاضرین دربار جو نئے بادشاہ کی تعظیم کے لیے کھڑے تھے اپنی اپنی کرسیون پر خاموش بیٹھ گئے۔ اور سارے دربار مین سناٹا ہو گیا۔

وزیر فرنان سب کو موجود و منتظر اور دربار کو مکمل دیکھ کے اپنی کرسی سے اُٹھا اور تمام حاضرین کیطرف خطاب کر کے کہا "اے امراؤ سرداران صقلیہ! آپ کو معلوم ہو چکا کہ شاہ مہرجان جو ہم سب کے بادشاہ اور ہمارے مہربان قدردان تھے عریق رحمت ہوے۔ جس کا ہم سب کو صدمہ ہی۔ اُنھون نے وفات سے چند گھنٹہ پیشتر میرے اور کئی مخصوصین بارگاہ کے سامنے اپنی جانشینی کی بابت وصیت نامہ لکھوایا تھا جو میرے ہاتھ مین ہی۔ اس مین اُنھون نے لکھا ہی کہ اپنے بعد مین اپنے بھتیجے الفانسو کو ولیعہد مقرر کرتا ہون میرے بعد وہی تخت پر بیٹھے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ میری بھانجی سلطانہ کے ساتھ شادی کرکے اُسے اپنی دولھن اور صقلیہ کی ملکہ بنائے۔ لیکن اگر وہ اس شرط کے قبول کرنے سے انکار کرے تو بجاے اُسکے اس کا بڑا بھائی فرنان برادرق تخت نشین ہو اور اس کے لیے بھی یہی شرط ہی کہ سلطانہ کو اپنی بی بی بنائے۔

یہ کہہ کے فرنان نے وہ وصیت نامہ جیب سے نکال کے سب کے سامنے پیش کر دیا۔ اور کہا "ملاحظہ ہو۔ اور اس پہ شاہ مرحوم کی مہر بھی ملاحظہ فرمالیجیے"۔ یہ سنتے ہی الفانسو کا جسم غصے اور طیش سے کانپنے لگا۔ سلطانہ سے شادی کرنے کے الفاظ اسکے دل پہ ایک کاری تلوار کیطرح پڑے جن سے دل و دماغ پریشان ہو گئے۔ اور ایک ویرانی آگیا۔ کچھ کہنے ہی کو تھا کہ وزیر فرنان نے اس کا خیال بھی نہ کیا۔ اور سب حاضرین کی طرف دیکھ کے کہا "حضرات! ہمارے اعلی حضرت شاہزادہ الفانسو نے

جیسے ہی یہ شرطیں سنی اُسے بڑی خوشی سے منظور کیا اور قابل اطمینان طریقہ سے وعدہ فرما لیا کہ شاہزادی سلطانہ کو اپنی دولھن بنائیں گے۔"

حاضرین نے تو اس وقت جوش و خروش سے "بادشاہ سلامت" کے نعرے بلند کرنا شروع کیے۔ مگر الفانسو کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا ضبط و تحمل کی تاب نہ تھی اس وقت دل میں وہ وزیر فرزان کا جانی دشمن تھا۔ اس کی صورت سے نفرت تھی اور ڈر سے غصے کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی آخر دل کو قابو میں کر کے وزیر فرزان سے کہا "اچھا اب وہ کاغذ بھی تو شاید یجیے جو میں نے آپ کی صاحبزادی ضیا کے ہاتھ میں دیا تھا۔"

فرزان۔ (کمال برجستگی سے) "وہ بھی حاضر ہے۔ یہ کہتے ہی اُس کاغذ کو جیب سے نکالا اور حاضرین کو متوجہ کر کے کہا "اس وصیت نامہ کو ملاحظہ فرما کے ہمارے شاہزادہ الفانسو نے یہ تحریر لکھ کے مجھے دی ہے۔ اس میں حضور تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنے مرحوم چچا کی وصیت کے مطابق نہایت ہی خوشی اور مسرت سے شاہزادی سلطانہ کے ساتھ شادی کرنے کو موجود ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ وہی میری محبوبہ اور سب کی ملکۂ محترمہ ہوں گی۔" حاضرین دربار کی طرف خطاب کر کے اور اس کاغذ کا رخ اُن کی طرف کر کے "ملاحظہ ہو ہمارے بادشاہ جہان پناہ کی یہ مہر موجود ہے۔"

اب الفانسو کے دل میں غصہ کی آگ اس شدت سے بھڑک رہی تھی کہ اندیشہ تھا اُسکی کوئی چنگی باہر نہ نکل پڑے جو سارے دربار کو جلا کے خاک کر دے۔ بظاہر وہ فتنہ اور ہنگامہ کے خوف سے اور وزیر فرزان کے دباؤ سے جو بچپن سے اُس پر پڑا ہوا تھا خاموش بیٹھا رہا۔ اور دم نہ مارا۔ مگر دل کی حالت نہایت ہی نازک تھی جو اختیار سے باہر ہوا جاتا تھا۔ لوگ خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے اور وہ دل میں کہہ رہا تھا کہ "وزیر فرزان نے مجھ سے دغا کی۔ اور ایسی بات میری طرف سے مشہور کر دی جو میرے امکان میں نہیں ہے۔ میں نہ سلطانہ سے شادی کر سکتا ہوں اور نہ اپنی جان سے زیادہ پیاری محبوبہ ضیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔" ایک دفعہ پھر جوش مخالفت نے زور کیا اور قریب تھا کہ سب سے پکار کے کہہ دے کہ "میں سلطانہ کے ساتھ ہرگز شادی نہیں کر سکتا۔ اور وزیر فرزان نے میری طرف سے جو کچھ کہا جھوٹ غلط اور بالکل بے بنیاد ہے۔" مگر ساتھ ہی دل میں آئی کہ زبان سے اس گھڑی ان الفاظ کے نکالنے کے معنی تاج و تخت سے دستبردار

ہونے کے ہین" آخر سوچتے سوچتے یہ بات خیال مین آئی کہ سلطانہ یا کسی کے ساتھ میری شادی بغیر پوپ کی منظوری کے نہین ہو سکتی جس کے حصول کے لیے کم از کم چھ سات مہینے کا زمانہ چاہیے۔ اس مدت مین مین تمام ارکان دولت اور سرداران فوج کو اپنے موافق بنا لون گا اور اس وقت سلطانہ کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کرون گا تو میرا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ مین آج ہی سے معزز عہدون ذمہ داری کی خدمتون اور فوج کی افسریون پر اپنے دوستون اور اپنے ہم وضع کے لوگون کو مقرر کرنا شروع کردون گا اور چھ مہینے کے اندر ایسا کردون گا کہ میرا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ ضیا کو سمجھا دون گا کہ جو کچھ ہو رہا ہے صرف زمانہ سازی کے لیے ہے۔ تاکہ سلطانہ دبی رہے اور مین اسکو غافل کرکے سارے رعایا اور تمام معززلوگون کو اپنے موافق بنا لون چند روز مین قوت پیدا کرکے مین تم سے شادی کرون گا اس وقت میرا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا"

تاہم اس کے دل مین اس وقت عجیب بیقراری تھی۔ رہ رہ کے سینے مین کچھ ایسے مضطربانہ خیالات جوش مارتے تھے کہ ڈرتا تھا کہین میری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جو اس موقع و محل مین نامناسب وغیرموزون ہو۔ چنانچہ اہل دربار کی نذرین لیتے ہی اس نے برخاست کا حکم دیا۔ سب لوگ آداب بجالاکے رخصت ہو گئے اور سلطانہ اور اسکی مان پوران بھی اٹھ کے چلی گئین"

نوان باب

پولیٹکل شادی

اب دربار کا ہال تمام لوگون سے خالی ہے ایک وزیر فرزان باقی ہے اور چوبدار و منتظمین دربار الفانسو نے ان سب کو بھی باہر جانے کا حکم دیا۔ اور ان کے جاتے ہی چالاک وزیر فرزان کو اپنے پاس بلایا۔ اور سخت برہمی اور طیش سے کہا" آپ نے خدا کی قسم مجھے دغا دی۔ کیا اپنی ان مفسدانہ تدبیرون سے آپ سمجھتے ہین کہ مین سلطانہ سے شادی کرلون گا؟ ہرگز نہین۔ یہ تو یامت تک نہ ہو گا۔ وہ لڑکی جس کی مان نے میرے باپ کو بیگناہ قتل کرایا جو اتنا درجہ کی بدکار و زانیہ ہے اسکے ساتھ مین شادی کرون غیر ممکن ہے اسکی صورت دیکھتے ہی میری آنکھون مین خون

اتر آتا ہے؟"

وزیر دست بستہ سامنے کھڑے ہو کے ان کلمات جوش اور الفاظ غیظ و غضب کو تحمل و خاموشی سے سنتا رہا اور جب دیکھا کہ بادشاہ کی زبان اپنے دل کا بخار اچھی طرح نکال چکی ہے تو بولا "حضور ابھی بچے ہیں۔ اور اپنے نیک و بد سے ناواقف۔ سلطانہ کے ساتھ شادی سے انکار کرنے کے معنی دوسرے الفاظ میں تاج و تخت سے دست بردار ہونے کے ہیں؟"

اتنا کہتے ہی بغیر اس کے کہ الفانسو کی زبان سے جواب سننے کا انتظار کرے دوسری طرف لپک کے کسی اور ضروری کام میں مصروف ہو گیا۔

الفانسو "یہ شخص کس قدر چالاک اور ہوشیار ہے! جانتا ہے کہ اِدھر جواب زیادہ سخت اور فیصلہ کن ہوگا۔ اس لیے اس کی نوبت ہی نہ آنے دی۔ اور ٹال گیا" پھر دل میں کہا "اچھا اب مجھے بھی وہی اصول اختیار کرنا چاہیے جس کے بغیر دنیا کسی کو چین نہیں لینے دیتی میرا خیال تھا کہ راست بازی اور ایمانداری سے ہر کام کو انجام دوں گا۔ اور جہاں تک بنے گا سازش اور مکاری سے بھاگوں گا۔ مگر دنیا تو مکار ہے۔ اور مکاروں ہی سے خوش رہتی ہے۔ وزیر فرمان مجھے مکار بنانا چاہتا ہے تو میں بھی اسکے لیے تیار ہوں۔ اب میں سلطانہ سے بہت ہی کھل کے ذوق و شوق سے ملا کروں گا۔ اسے اپنی محبت کا یقین دلادوں گا اور اُسے بھیا روں ہی میں رکھ کے ملک میں اپنا اثر بڑھا لینے کے بعد اس طرح نکال باہر کردوں گا کہ وہ بھی یاد کرے گی؟"

دربار کے بعد وہ قصر شاہی ہی میں رہا اس لیے کہ امرا اور نوابوں کے پے درپے آنے۔ وزرا و عہدہ داران سلطنت سے ملنے اور مہمات سلطنت کی مصروفیت میں کئی دن تک اپنے پُرانے مکان یعنی وزیر کے قصر میں جانے کی مہلت نہیں ملی شب و روز یہیں رہا۔ اور جتنی دفعہ بوران و سلطانہ ملنے کو آئیں بڑی گرم جوشی سے ملا۔ بوران کی حد سے زیادہ تعظیم کی اور سلطانہ سے لگاوٹ کی باتیں کیں اظہار عشق و محبت کیا۔ یہاں تک کہ تخت نشینی کے تیسرے ہی دن سلطانہ نے چند ناز و غمزے دکھا کے منہ تھوتھا لیا۔ اور کہا "دو ہی دن میں تمھارے عشق نے مجھے بیتاب و بیقرار کر دیا ہے۔ آخر یہ فراق و جانگدازی کی پہاڑ سی گھڑیاں کب کٹ چکیں گی؟"

الفانسو "کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ انتظار شوق و محبت کو بڑھاتا اور مضبوط

کرتا ہے۔ خود میری کا یہ حالت ہے کہ جب تم سامنے نہیں ہوتین میری یہ پرحسرت آنکھیں تمھاری ہی پیاری جادو بھری صورت کو ڈھونڈھا کرتی ہین۔ جانتا ہون کہ تمھارے سوا اور کوئی ناز نین صقلیہ کی ملکہ نہین ہو سکتی۔ مگر کچھ ایسی مجبوریان ہین کہ نہ میرا بس ہے اور نہ تمھارا۔ بغیر حضرت پاپائے مقدس کی منظوری کے ہماری تمھاری شادی ہو ہی نہین سکتی۔"

سلطانہ: "اے ہے! اس کا تو مہینون انتظار کرنا پڑے گا۔ وہان سے منظوری چھ مہینے مین آئے تو جانو آج آئی۔ اور پھر اگر دشمنون نے کسی قسم کی سازش کی یا خود پوپ صاحب کی کوئی غرض یا پالیسی ہوئی تو ایسے کام جان بوجھ کے برسون اٹکا دیے جاتے ہین۔ تم نے کسی کو وہان شادی کی درخواست دے کے بھیجا بھی ہے؟"

الفانسو: "ابھی تک تو سلطنت کے ملتوی کامون سے دم لینے ہی کی فرصت نہین ملی۔"

سلطانہ: "تو کسی کو جلدی بھیجو مین کبتک تمھارے وصال کی حسرت مین تڑپا کرون گی؟"

الفانسو: "تم سے زیادہ بیتاب و بیقرار مین ہون لیکن اس کا اطمینان رکھو کہ تمھارے ہی ساتھ شادی کرون گا۔ اور تم سے زیادہ حسین و بیجمال مہ پارہ دنیا مین ہے کون ہے کہ تمھین چھوڑ کے مین اس کی طرف رخ کرون گا ——"

یہ کہتے کہتے دوسری طرف نظر گئی تو کیا دیکھتا ہے کہ وزیر فرنان خاموش کھڑا ہے اور اس کے برابر اس کی حورِ وش بیٹی ضیا ہے جس کی رنگت اڑی ہوئی ہے۔ چہرہ غصے سے تمتمایا ہوا ہے۔ رسیلی آنکھین خونگاریان بنی ہوئی ہین۔ اور جبین ناز پر سیکڑون بل ہین اُسکی صورت دیکھتے ہی الفانسو کا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ وفور ندامت نے زبان روک لی۔ اور خفت مٹانے کے لیے ضیا سے کہا "این! تم کب آئین؟ مجھے تمھارے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی!"

ضیا: "دیر سے کھڑی حضور جہان پناہ کی باتین سُن رہی ہون۔"

یہ رنگ دیکھتے ہی وزیر فرنان نے ضیا سے کہا "بیٹی آؤ! حضور ملک معظم سے پھر ملنا۔ یہ ہماری سخت غلطی اور بدتمیزی تھی کہ بادشاہ کی خلوت خاص مین یون بے تکان چلے آئے۔" یہ کہتے ہی بیٹی کا ہاتھ پکڑ کے اُسے دربار سے ہٹا لے گیا۔ اور الفانسو حیران و مبہوت تھا کہ کیا کرون۔ وفور ضیا سے اب کیونکر عذر خواہی کرون گا؟ افسوس میری اس وقت کی باتین سن کے اس کے نازک دل کو بڑی چوٹ لگی

ہو گی۔ بجز اب اس کے سوا کوئی علاج نہین ہے کہ سلطانہ کو ایسی ہی دو ایک باتین کرکے رخصت کر دون۔ اور آج رات کو جا کے ضیا کو سمجھا آؤن گا کہ "یہ تمین مکر و فریب کی باتین کرتا اور سلطانہ کو دھوکا دے رہا ہون۔ تم اس کا بُرا نہ ماننا۔"

الفانسو انھین خیالون اور فکرون مین تھا کہ سلطانہ نے چونکا کے اپنی طرف متوجہ کیا اور کہنے لگی "یہ یاد رکھیے کہ جناب پاپاے اعظم کے پاس خالی درخواست بھیج دینے سے کام نہ چلے گا۔ وہان کے دو ایک کارڈنلون[ع] کو کچھ دے دلا کے ملانا چاہیے۔ یہ کام کسی معمولی شخص سے نہ ہوگا۔ اگر کوئی ہوشیار وزیر یہان سے بہت سے ہدیے اور تحفے لے کے جائے تو اجازت ملے گی۔"

الفانسو۔ "ابھی تو مین یہان سے ایک ہوشیار اسقف کو بھیجتا ہون اگر اس سے کام نہ نکلا تو کسی وزیر کو بھی بھیج دون گا۔"

سلطانہ۔ "مگر جلدی کرو۔ مجھ سے زیادہ صبر نہ ہو سکے گا۔" یہ کہہ کے سلطانہ نے الفانسو سے رخصتی بوسہ بازی کر کے ہاتھ ملایا۔ اور چلی گئی۔ مکان کے باہر نکلتے ہی ذرا ٹھہر گئی۔ اور آپ ہی آپ کہنے لگی "بس معلوم ہو گیا نوعمر اور ناتجربہ کار شاہ الفانسو سلطنت ملنے کی غرض سے میرا عاشق بنا ہوا ہے۔ مگر وزیر فرنان کی بیٹی پر عاشق ہے! اس سے چار آنکھین ہوتے ہی اسکی رنگت بدل گئی تھی! کس قدر گھبرا گیا تھا۔ اور خود ضیا کی صورت سے کیسا غیظ و غضب اور کس قیامت کا طیش ظاہر ہوتا تھا! دونون ایک دوسرے کے شوق مین دیوانے ہین اور آپس مین شادی کا اقرار کر چکے ہین بغیر اسکے یہ بات نہین ہو سکتی مین کچی گولیان نہین کھیلی ہون۔ خوب سمجھ گئی اب مجھے اس کی تدبیر کرنا ہے۔ بظاہر وزیر فرنان کو نہین منظور ہے کہ ضیا کی شادی الفانسو سے ہو۔ انھون نے امان سے جو عہد کیا ہے اسے نباہ رہے ہین۔ تو مجھے اپنی غرض مین ان سے خوب امداد ملے گی۔ اُن دونون کا عشق لاکھ بڑھا ہوا ہو مگر ابھی ناتجربہ کار بچے ہین مجھ مین اور فرنان مین اتفاق ہو گیا تو ہم دونون سے نہین پیش پا سکتے۔ خیر دیکھا جائے گا۔ یہ تو مین پہلے ہی سے جانتی تھی کہ میری شادی کو عشق و محبت سے واسطہ

[ع] پوپ کی دینی مجلس شوریٰ کے ارکان جو بڑے بڑے مرتاض راہب اور اسقف ہوتے ہین کارڈنل کہلاتے ہین۔

نہین۔ یہ صقلیہ کا ایک بڑا اہم پولیٹکل مسئلہ ہے۔ جو حکمت عملی اور حسن تدبیر سے پورا ہوگا۔ اور خدا نے چاہا تو مجھے اور وزیر فرنان کو ضرور کامیابی ہوگی۔ یہ سوچتی ہوئی اپنے گھر گئی۔ اور دوسرے کامون مین مصروف ہو گئی۔

دسوان باب

آہ! انسان اتنی جلدی کیسے بیوفا ہو جاتا ہے!!

وزیر فرنان ضیا کو الفانسو کے سامنے سے ہٹا کے لے گیا تو گاڑی پہ بیٹھ کے گھر کی راہ لی۔ راستہ مین بیٹی کی صورت دیکھی تو اُسے نہایت ہی پریشان اور مضطرب الحال پایا۔ لاڈلی بیٹی کو اس قدر دل شکستہ اور ملول و حزین دیکھ کے ڈرا کہ ایسا نہ ہو اس ناقابل برداشت صدمہ سے یہ بیمار پڑ جائے۔ یا ناکامی و نامرادی کے جوش مین کوئی ایسا کام کر گزرے جو خطرناک ہو۔ راستہ مین گاڑی پر بیٹھا بار بار ادھر ادھر کی باتین چھیڑنا چاہین مگر ضیا معمولی جواب دیدینے کے سوا مطلق متوجہ نہ ہوئی۔ اور نہ اُسکی پریشانی و شکستہ دلی کم ہوئی۔ آخر فرنان نے کہا "بیٹی تم اس قدر پریشان کیون ہو؟" ضیا نے دفور غم سے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ تب وزیر نے کہا "مین جانتا ہون کہ تم شاہ الفانسو کی ظاہری باتون مین پھنس کے گرفتار محبت ہو گئی ہو۔"

ضیا۔ (ندامت سے آنکھین نیچی کر کے) "انھون نے مجھ سے بڑے بڑے وعدے کیے تھے۔ اور خدا جانے کیا کیا اقرار تھے؟ جو یہان سے جاتے وقت تک تو یاد تھے۔ مگر اب معلوم ہوتا ہے بھول گئے۔" اتنا کہتے ہی اسکی نرگسین آنکھون سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ فرنان نے یہ دیکھتے ہی بیٹی کو گود مین کھینچ کے گلے سے لگا لیا۔ آنسو پونچھے اور پیار کر کے کہا "بیٹی یہ تمھاری ناتجربہ کاری اور بچپن کی سادہ لوحی تھی جو الفانسو کی باتون مین آ گئین ایسے لوگ جنھین سلطنت ملنے والی ہو ان کے قول و قسم کا بھی کوئی اعتبار کرتا ہے؟ مصلحت اور ضرورت سارے عہد و پیمان تڑوا دیا کرتی ہے۔"

ضیا۔ "مین نے تو ان سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ شاہزادون کی بات کا اعتبار نہین ہوتا۔ مگر انھون نے قسمین کھا کے اور مضبوط عہد و پیمان کر کے میرے دل مین جگہ پیدا کر لی۔"

فرنان۔ "اس وقت الفانسو کے دل مین بیشک یہی ہوگا کہ زندگی بھر تم سے نباہین گے۔ اور

کبھی اپنے قول سے نہ پھرین گے لیکن تاج پوشی تخت نشینی کے وقت جب اُنھین یہ نظر آیا کہ سلطانہ سے شادی کرتا ہون تو سلطنت ملتی ہے۔ ورنہ نہین ایسی حالت مین کیونکر ممکن تھا کہ وہ تاج و تخت کو چھوڑ دیتے۔

ضیا:۔ اُن کا تو یہی قول تھا کہ سلطنت کو چھوڑ دین گے۔ اور مجھے نہ چھوڑین گے"

فرنان:۔ لڑکپن مین ایسے دعوے سب ہی کے ہوا کرتے ہین۔ مگر جب وقت آتا ہے تو وہ سب قول اور دعوے ہوا کیطرح اڑ جاتے ہین اسی دن کے لیے ہمیشہ میری یہ کوشش رہی کہ تمکو اور الفانسو کو آپس مین ملنے جلنے کا زیادہ موقع نہ دون۔ مگر میری تدبیرون کی خلاف معلوم ہوتا ہے تم مین ان مین میل جول بڑھا۔ اور اسی غلطی کا یہ خمیازہ ہے جو آج تم بھگت رہی ہو۔ لیکن خیر زیادہ حیران نہ ہو مین نے اس کی تدبیر پہلے سے کر لی ہے کہ تم کو زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے تخت نشینی کے لیے جاتے وقت جب الفانسو نے تم سے شادی کرنے کی حامی بھری۔ اور اقرار نامہ لکھنے کے لیے وہ کاغذ اور انگوٹھی دی مین اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ یہ انجام ہونیوالا ہے۔ اور اسی خیال سے مین نے اسی دم اس کا علاج بھی سوچ لیا۔

ضیا:۔ مگر ابا جان الفانسو کو تو مجھ سے ایسی محبت تھی کہ اس کا اثر میرے دل پر پڑ گیا۔ اور بالکل اُن کی ہو گئی ایسی محبت یون آناً فاناً مین مٹ جائے اس کا تو مجھے یقین نہین آتا"

فرنان:۔ تم سے اُنھین جیسی محبت ہے اس کا حال تم نے دیکھ ہی لیا۔ تم کس قدر بھولی اور بے عقل ہو؟ بھلا یہ عقل مین آنے کی بات ہے کہ تمھارے لیے وہ سلطنت سے دست بردار ہو جائین گے"

ضیا۔ (ایک آہ حسرت ناک کے ساتھ) "تو خیر اُن کے دل مین یہ طاقت ہے کہ ایک سے محبت کرین اور دوسرے سے شادی کرین۔ میرے دل سے تو یہ نہ ہو سکے گا۔ مین انھین کے نام پر بیٹھی رہون گی"

فرنان:۔ کیسی بے عقلی کی باتین کرتی ہو؟ آج ہی چلو مین تمھاری شادی ایسے شخص سے کر دون جو عزت و دولت خوش مزاجی ناز برداری کسی بات مین کم نہین ہے"

ضیا:۔ اس مین سب باتین ہون مگر محبت کہان سے لائے گا؟"

فرنان:۔ (ہنس کے) "محبت! محبت تو اسے ایسی ہے کہ تمھارے لیے بیقرار ہے"

ضیا: اُسے محبت ہو۔ مگر مجھے تو نہین"

فرمان: "نازبرداری وجان نثاری اور لطف دالنس دیکھ کے دو دن مین محبت ہو جاتی ہے۔ وزیر مرکیس تمھارے عشق مین بیتاب ہی۔ مجھے کئی بار تمھارے لیے پیام دیچکا ہی۔ اور مین نے منظور بھی کر لیا ہے۔ وہ کوئی معمولی شخص نہین خاص شاہی خاندان سے ہی۔ دولتمند ہی جوان ہی۔ خوبرو ہے۔ اور فوج و رعایا پر سب سے زیادہ اثر رکھتا ہی۔ جس خوبی سے وہ رکھے گا۔ اور جیسی اُس کے ساتھ تم زندگی بھر خوش رہوگی یہ بات بادشاہ کی ملکہ بننے مین قیامت تک ممکن نہین ہے"

ضیا: (برہمی کے لہجہ مین) "ابا جان یہ آپ کیا کہہ رہی ہین؟ الفانسو کے فراق کو جھیل لیجاؤن گی اسکے سارے ظلم و جور سہ لون گی۔ مگر اس کے عوض کسی اور سے شادی کرون اس کو ہرگز نہین برداشت کر سکتی۔ میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔ میرا خون خشک ہو گیا ہی۔ میری روح بیقرار ہی اور میرے دل مین سیکڑون زخم پڑے ہوے ہین ایسی بدبخت کے ساتھ کون نباہ سکتا ہے۔ مجھے آپ سے زیادہ کہتے شرم آتی ہی۔ مگر بیحیا بن کے کہتی ہون کہ مین شاہ الفانسو پر عاشق ہون۔ عنقریب موت میری زندگی کے ساتھ میری مصیبت کا خاتمہ کر دے گی۔ اور اس وقت آپ کو اپنی نالائق بیٹی کے دل کی حالت کا یقین آئے گا"

فرمان: "اس وقت تم پریشان ہو اس لیے ایسا معلوم ہوتا ہی۔ مگر بیٹی میرا کہنا مان لوگی تو دو تین دن مین خود ہی دیکھ لوگی کہ تمھارا دل تمھین دھوکا دے رہا تھا۔ اور وہ ایسا کمزور اور زخمی نہ تھا۔ جیسا کہ تم اسے سمجھی ہوئی تھین قطع نظر اس کے ہر سعادتمند لڑکی کا فرض ہی کہ دل پر جبر کر کے باپ کا کہنا مانے۔ اور مجھے یقین ہی کہ تم سعادتمند ہو"

اب ضیا باپ کی ضد سے خائف تھی۔ اور اس نئی آفت سے بچنے کی تدبیرین سوچ رہی تھی کہ گھر آگیا۔ فرمان نے اُسے اسکے کمرے مین پہونچا کے کہا "اس معاملے مین تم خوب غور کر لو تھوڑی دیر کے بعد مین پھر آ کے تم سے ملون گا" یہ کہہ کے چلا گیا اور ضیا اپنے کمرے مین داخل ہوتے ہی اپنی دایہ ماریہ سے لپٹ کے رونے لگی۔ ماریہ نے تسلی و دلدہی دے کے رونے کا سبب پوچھا۔ اور اس نے

ساری سرگزشت کہہ سنائی جس پر وہ بھی بہت پریشان ہوئی اور کہا "بیٹی مین نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شاہزادون کے قول و قسم کا اعتبار نہین مگر تم اُن کے فقرے مین آگئین اور انھین دل دے دیا۔"

ضیا "مگر وہ تو کہتے تھے کہ مین اپنے قول سے کبھی نہ پھرون گا۔ سلطنت چھوڑ دون گا اور تمھین نہ چھوڑون گا۔"

ماریہ "تم بھی کیسی بھولے پن کی باتین کرتی ہو؟ اقرار کرتے وقت آج تک کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ مین اس قول کو نہ پورا کرون گا؟ اب تم اپنے دل کو تسلی دو۔ اور اُن کا خیال دل سے نکال ڈالو۔"

ضیا "ہاے یہی تو اختیار مین نہین ہے۔ الفانسو کی صورت نہ میرے دل سے مٹتی ہے اور نہ آنکھون کے سامنے سے ہٹتی ہے۔ جس کے دل کی یہ حالت ہو اس سے کہا جاتا ہے کہ مرکیس سے شادی کرلو۔"

ماریہ "مرکیس کے ساتھ شادی کرنے کو کون کہتا ہے؟ یہ ہو جائے تو بیٹی بہت اچھا ہے۔ اس سے اچھا دولھا صقلیہ بھر مین نہین مل سکتا۔"

ضیا "ابا جان کہتے ہین۔ اور کہتے کیا ہین مجھے زبردستی مجبور کر رہے ہین۔"

ماریہ "تو بیٹی فوراً قبول کرلو۔"

ضیا "کیسی باتین کرتی ہو؟ مین اور الفانسو کے سوا دوسرے سے شادی کرون؟ قیامت تک نہین ہو سکتا اور ہو گا تو اس سے زیادہ صدمے ہون گے۔ اس سے بڑھ کے خرابیان پیدا ہون گی اور بہت ہی بدتر نتیجہ ظاہر ہون گے۔ تم یقین جانو کہ اگرچہ یہ میرے بس کی بات نہین ہے۔ اباجان جو چاہین گے ہو گا۔ لڑکی ذات ایک بے جان اور بے حقیقت چیز ہے۔ وہ ماں باپ کی لونڈی ہے اور اُنھین اختیار ہے کہ مجھے جس کے ہاتھ چاہین بیچ ڈالین۔ مگر خوب یاد رکھو کہ مین بکون گی مگر الفانسو کے سوا کسی اور کو دل دون؟ یہ نہ ہو گا۔"

اس کے بعد وہ دایہ سے جدا ہو کے اپنے کمرے مین گئی جس مین سے الفانسو کے کمرے کو راستہ گیا تھا کمرے کے نقش و نگار اور چند دروازے کی طرف دیکھ کے بہت روئی اور جب سیلاب اشک کے نکل جانے سے دل ذرا ہلکا ہوا تو اپنی حالت پر غور کرنے

لگی۔ اور دل ہی دل مین باتون کا یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک ہی دن کی بادشاہی مین مجھے بھول گیا؟ آہ! انسان اتنی جلدی کیسے بیوفا ہو جاتا ہے۔ کیا اگلے عہد و پیمان اور قول و قسم اُسے یاد آ کے نہ ستاتے ہون گے؟ آہ دنیا کی غرض اور وقتی مصلحت انسان سے ایسی ایسی بیوفائیان بھی کر دیتی ہے! الفانسو کا ایسا سیدھا سادھا نیک دل اور دلفریب شاہزادہ اپنے قول سے پھر جائے! ایسی محبت ہم دونون مین تھی وہ یون دم بھر مین غائب ہو جائے؟ آہ! یہ بیوفا اور خود مطلب دنیا کا جادو ہے۔ جادو! سمجھ اور عالم اسباب سے بالکل باہر! بھلا مجھے کسی طرح بھی اس کا یقین آ سکتا تھا کہ الفانسو مجھ سے بیوفائی کرے گا؟ یا وہ مجھے بھول گیا؟ قیامت تک نہ مانتی۔ مگر اب تو اپنی آنکھون سے دیکھ لیا۔ سلطانہ سے اُس نے دو ہی چار جملے کہے تھے مگر آہ کس قیامت کے جملے! جنھون نے میری ساری زندگی کو خاک مین ملا دیا۔ خوشی ہمیشہ کے لیے مجھ سے رخصت ہو گئی۔ آہ! اسکے اسی سلوک کی وجہ سے مرکیس کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیجاتی ہون! کیا اس شادی سے بھی کوئی بڑا سخت عذاب میرے لیے ہو سکتا ہے؟ آہ! ظالم! تو نے مجھے تباہ کر دیا۔ اپنی محبت کے جال مین پھانس کے میری مٹی خراب کر دی۔ کاش مین مر جاتی، مرکیس کی بلا سے چھوٹ جاتی۔ اور سلطانہ کو تیرے ہم پہلو دیکھنے کی کوفت نہ اُٹھاتی۔"

اب جوش دل بہت ہی بڑھ گیا تھا۔ اپنی زندگی خراب ہونیکے خیال نے یہ آرزو دل مین پیدا کر دی کہ جس طرح میرا عیش خاک مین ملا ہے۔ اسی طرح الفانسو کا عیش بھی خاک مل جائے بے اختیار جل جل کے اور طیش مین آ کے اسے کوسنے لگی۔ اور یہ خوفناک کلمات اُسکی زبان پر تھے "بیوفا بے درد الفانسو! یہ سلطانہ خدا کرے تیرے لیے کلیجہ چبانے والی ڈائن بنجائے۔ اس کا لعاب دہن تیرے لیے زہر ہلاہل ہو جائے۔ اس سلطنت اور اس تاج و تخت سے تو کبھی لطف نہ اُٹھائے۔ یہی تیرے حق مین عذاب الٰہی ہو۔ اور ساری دنیا تجھ پر لعنت بھیجتی رہے۔ ہائے جیسا تو نے مجھے ستایا ہے ویسے ہی قسمت تجھے ستائے۔ ع تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے۔

ہائے کیا کرون کہ تجھ سے اپنی محبت کی بے قدری کا بدلہ لون اور مجھے قرار آئے؟ کیا خودکشی کر لون؟ زہر مین بجھے خنجر کے ہاتھ سے دل کی جلن مٹا دون؟ یا زہر کا جام پی لون تاکہ وہ شیشۂ دل کی رہی سہی کھٹکنے والی کرچون کو گھلا کے بہا دے

لیکن اس سے ظالم تو اور مطمئن ہو جائے گا۔ اور بے کھٹکے بیٹھ کے آرام کرے گا۔ تو پھر انتقام کی اور کون تدبیر ہے؟" دل سے بار بار انتقام کی تدبیر پوچھتی تھی اور جواب نہ ملتا تھا۔ جب اس کا کچھ جواب نہ ملا تو انتہا درجے کی یاس و ناامیدی کے خیالات باقی رہ گئے۔ جن کے بعد سوا زار و قطار رونے کے کچھ نہ تھا۔ تاہم اسی سوال کو بار بار زبان سے دہراتی تھی اور پھوٹ پھوٹ کے روتی تھی یہاں تک کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور باریہ نے آکے کہا "آپ کے ابا جان آئے ہیں" سنتے ہی وہ گھبرا کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وزیر قزمان اندر داخل ہوا۔ اور دل شکستہ ضیا نے نہایت ہی حیرت سے دیکھا کہ وزیر کے ساتھ الفانسو کی نئی محبوبہ سلطانہ بھی ہے!"

گیارھواں باب

غم ناک شادی

سلطانہ کو اپنے گھر میں دیکھ کے ضیا بھونچکی ہو کے رہ گئی۔ نقش حیرت بنی ہوئی تھی۔ برہمی اور حیرت کے جوش ایک میں ملے ہوئے تھے۔ اور کوئی لفظ زبان سے نہ نکلتا تھا۔ اتنے میں قزمان نے کہا "بیٹی! خوش اور شکر گزار ہو کہ تمھاری ملکہ تم سے ملنے اور تمھارے ساتھ ہمدردی کرنے کو آئی ہیں۔" مگر ضیا کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ آخر چالاک سلطانہ نے خود ہی بڑھ کے ضیا کو گلے لگا لیا اور ایسی قوت کے ساتھ بھینچ کے لپٹا لیا کہ ضیا نے اس کے آغوش سے چھوٹنے کے لیے لاکھ ہاتھ پاؤں مارے کچھ زور نہ چلا۔ اور جب مزاحمت میں ہار کے اُس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیے تو سلطانہ نے کہا "ضیا تم میری چھوٹی بہن ہو۔ اور میں تمھاری ہمدردی کے لیے آئی ہوں میری نسبت کوئی خیال ہو تو اسے دل سے نکال ڈالو"

ضیا۔ (حیرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) "آپ مجھ سے کیا ہمدردی کریں گی؟"

سلطانہ۔ "اب بیٹھ جاؤ تو ہم اطمینان سے باتیں کریں۔" سب قریب قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور سلطانہ نے کہا "بہن ضیا۔ آج صبح میں تمھارے چشم و ابرو سے تمھارے دل کی حالت پہچان گئی۔ تمھارے طیش اور بادشاہ کی ندامت نے مجھ سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم میں اُن میں کیا تعلقات ہیں! اور کیسے کیسے عہد و پیمان ہو چکے ہیں؟"

ضیا۔(باپ کی موجودگی بھول کے) "ہاں آپ پہچان گئیں اور اس عہد و پیمان کو بادشاہ کے دل سے مٹانے آئی ہیں کہ میرے دل سے بھی مٹا دیں؟"

سلطانہ۔"تمھارے اس فقرے کا تعلق جہاں تک تمھاری ذات سے ہے میں اُسے تسلیم کرتی ہوں۔ مگر شاہ الفانسو کے دل پہ میں نے ذرا بھی اثر نہیں ڈالا مجھ پہ عشق ظاہر کرنے میں انھیں نے سبقت کی اور میں نے دل پہ جبر اور زبردستیاں کرکے ان کی درخواست قبول کی۔ یقین جانو کہ اس معاملہ میں میں نہایت بے پروا رہی اور بے پروا کرنے کی وجہ ہی کیا تھی؟ مجھے معلوم تھا کہ جس کسی کو تاج و تخت کی ہوس ہو گی جھک مارکے میری خوشامد کرے گا۔"

ضیا۔(اور زیادہ متحیر ہو کے) "آپ کو خدا نے یہ بھی کمال دیا ہے کہ جس سے دل نہ ملتا ہو ملا لیجیے جس سے ذرا بھی محبت نہ ہو اس پہ عاشق ہو جائیے۔"

سلطانہ۔"پیاری بھولی بہن تم ابھی بچہ ہو۔ اور تم نے دنیا نہیں دیکھی ہے۔ یہ عشق و محبت دل ملنا اور نہ ملنا معمولی لوگوں اور ادنیٰ طبقہ والوں کی باتیں ہیں۔ ہم لوگوں کی شادی کو عشق محبت یا اُنس و الفت سے کیا لگاؤ ہے ہماری شادیاں ملک کا ایک پولیٹکل معاملہ ہوا کرتی ہیں ہم اپنی غرض دیکھ کے دل ملاتے ہیں اور کسی ملکی پالیسی سے شادی کرتے ہیں مجھے معلوم تھا کہ سلطنت کی آرزو ہو گی تو خود ہی ناک رگڑتے آئیں گے اور انھیں یقین تھا کہ اس سے شادی نہ کی تو تاج و تخت سے محروم ہو جائیں گے۔ پھر یہی ہوا کہ الفانسو خوشامد کرتے اور عاشقی کا دم بھرتے ہوئے آئے اور میں بھی یہ سوچ کے کہ انکار کروں گی تو حکومت نہ نصیب ہو گی ان پہ عاشق بن گئی۔ یہ بات اپنے دل سے نکال ڈالو کہ میں نے تمھارے عاشق کو تم سے چھین لیا۔"

ضیا۔"نہیں مجھے آپ سے شکایت نہیں شکایت تو اس سے ہے جس نے میرے سادے دل کو فریب دے کے میری زندگی خراب کی اور میرا عیش ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔"

سلطانہ۔"اُن کی بھی شکایت نہ کرو۔ بلکہ اُن سے بدعہدی اور بیوفائی کا انتقام لو۔"

ضیا۔"ہائے کیسے انتقام لوں؟ یہ بھی تو میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

سلطانہ۔"تم بہت آسانی سے انتقام لے سکتی ہو۔ اُن کے سامنے اور اُن کو دکھا کے دوسرے سے شادی کرو۔ ان کے سامنے اُس دوسرے شخص کی بغل میں بیٹھ کے اپنے چہرے سے اطمینان ظاہر کرو۔ ایک بادشاہ کے لیے اس سے زیادہ ذلت و تکلیف کی بات نہیں

ہو سکتی کہ اُسکی محبوبہ دوسرے کی بغل مین ہو"
ضیا:- اس طرح آپ انتقام لے سکتی ہین مین نہین لے سکتی۔ مگر ابا جان کا حکم ماننا ہی پڑے گا"
سلطانہ:- مجھے بڑا تعجب ہے کہ تم تو شاہ الفانسو پر اس قدر فریفتہ ہو۔ اور اُن کے دل کا یہ حال ہے کہ جیسے اُس پر کچھ اثر ہی نہین۔ آج ہی تمھارے چلے آنے کے بعد مین نے اُن سے کہا تھا کہ تمھارا دل مجھ سے کیونکر مل سکتا ہے؟ اس لیے کہ معلوم ہوتا ہے تم کو ضیا سے محبت ہے۔ میری زبان سے یہ سنتے ہی گھبرا سے گئے پھر قسمین کھانے لگے کہ تم پر بھلا اُسے ترجیح ہو سکتی ہے؟ اس سے اسی وقت تک راہ و رسم تھا جب تک تم سے سابقہ نہین پڑا تھا۔ اب تمھارے حسن کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے؟ مین اپنے حسن کی تعریف نہین کر رہی ہون۔ مگر تمھین بتا تی ہون کہ تمھاری طرف سے اُن کے دل کا کیا حال ہے"
ضیا:- ان کے دل کا جو کچھ حال تھا مجھے معلوم ہی ہو گیا۔ خیر وہ جیسے ہون مین مین تو زندگی بھر انھین کو یاد کر کے تڑپا کرون گی"
سلطانہ:- ضیا مین تمھارے شوہر کو تم سے چھیننا نہین چاہتی۔ اور نہ مجھے اُن سے محبت ہے۔ اگر تم یہ نہین دیکھ سکتین کہ مین اُن کی بی بی بنون تو مین بڑی خوشی سے الگ رہنے کو تیار ہون۔ ادھر دو ایک دن مین اُنھون نے میرے دل پر اپنا جو کچھ اثر ڈالا ہے اُسے بہت آسانی سے مٹا دون گی۔ لیکن ہان مجھے میرے ماموں کی وصیت سے جو حق ملا ہے اُسے نہین چھوڑ سکتی۔ مین اُن کے عوض اُن کے بڑے بھائی ڈان رادرق سے شادی کر لون گی۔ مین نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ مین محبت کے لیے شادی نہین کرتی۔ مین تو صقلیہ کی ملکہ بننا چاہتی ہون۔ میرے لیے سب برابر ہین۔ وہ نہین ان کا بھائی سہی"
ضیا تھوڑی دیر پہلے الفانسو کو کوس رہی تھی۔ مگر سلطانہ نے یہ خیال ظاہر کیا تو بیتاب ہو گئی۔ اور گھبرا کے کہا "نہین۔ ایسا نہ کرنا۔ مین یہ نہین چاہتی کہ میری وجہ سے الفانسو کو کوئی نقصان پہونچے۔ یا وہ تخت و تاج کی آرزو سے محروم رہ جائین۔ مجھے تکلیف ہو گی۔ زندگی بھر کف افسوس

ملون گی مگر جس طرح ہو گا جھیل لیجاؤنگی۔ ان کو تکلیف نہ ہو۔ تم ضرور ان سے شادی کرو۔"

سلطانہ۔ "تم خوشی سے اجازت دیتی ہو؟"

ضیا۔ "ہان الفانسو کی یہی خوشی ہے تو مجھین خوشی سے اجازت دیتی ہون۔" یہ جملہ ضیا نے دل پر پتھر کی سل رکھ کے کہہ تو دیا۔ مگر آنکھون سے آنسو ٹپک پڑے۔"

سلطانہ۔ "تم نے تو اجازت دیدی۔ مگر ان پر کیسے بھروسہ کرون؟ چار روز کے بعد مجھے چھوڑ کے الگ ہو جائین تو کیا کرونگی؟"

ضیا۔ "اس کی مین کیا تدبیر بتا سکتی ہون؟"

سلطانہ۔ "مگر مین اس کی تدبیر جانتی ہون۔ وہ یہ کہ تم مرکیس سے شادی کر لو۔ جب تک یہ نہ ہو گا مجھے اب ان کی طرف سے اطمینان نہین ہو سکتا۔ اب تو اسی پہ فیصلہ ہے تم اگر الفانسو کو سلطنت دلوانا چاہتی ہو تو مرکیس کی دولھن بنو۔ اور اگر تمھین یہ نہین منظور ہے تو الفانسو کو بادشاہ بنانے کے لیے مین اپنی زندگی نہین خراب کر سکتی۔"

وزیر فرنان اسوقت تک بیٹھا خاموش سُن رہا تھا۔ اب موقع دیکھ کے بولا "ملکہ آس بارے مین آپ تردد نہ کرین۔ میری بیٹی نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ سعادتمند بیٹی ہے۔ اور میرے کہنے سے باہر نہ ہو گی۔ یہ بھی اسے معلوم ہے کہ مین مرکیس کو قول دیچکا ہون اور ضیا سے مجھے یہ نہین امید کہ مجھے ذلیل کرائے گی۔"

باپ کی زبان سے یہ تجویز جو جبریہ حکم کی شان رکھتی تھی سن کے ضیا کا دل بھر آیا۔ زار و قطار رونے لگی۔ اور پھر آنسو پونچھ کے کہا مین نے خود ہی دل مین ٹھان لی ہے کہ اماں جان کے کہنے کے مطابق مرکیس سے شادی کر کے الفانسو کو جلاؤنگی اور گو کہ اس مین میرا رنج والم بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ مگر تھوڑی بہت خراش اُن کے دل مین بھی تو آئے گی۔ میرے انتقام کے لیے یہ بھی بہت ہے۔"

سلطانہ۔ "بہن ضیا تمھاری یہ سعادتمندی اور عقلمندی کا فیصلہ [illegible] بہت خوش ہوئی اور تمھاری اس شرافت کی قائل ہو گئی کہ الفانسو کی [illegible] تم نے اپنی خوشی کو قربان کر دیا۔ اب آؤ [illegible] مین [illegible] مین تمھاری شادی [illegible]

کرون اور تم میری شادی کرنا۔ دونون شادیان قریب قریب ایک ہی طریقہ کی ہون گی اس لیے کہ محبت کرنے والون مین سے کسی مین دخل نہین ہے۔ دونون کسی دوسری غرض اور مصلحت سے ہون گی۔ اور خدا نے چاہا تو کامیاب رہین گی۔"

ضیا:" آہ! یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ تم میری شادی مین شریک ہو مگر مجھ سے تمھاری شادی مین نہ شریک ہوا جائے گا۔"

سلطانہ:" تمھین اختیار ہے۔ مگر مین تو تمھاری شادی اپنے ہاتھ سے کرون گی۔ مین ہی تمھین عروسی کپڑے پہناؤن گی۔ مین ہی تم کو دولھن بنا کے گرجے مین لیجاؤن گی۔ مین ہی اس شادی مین تمھاری سہیلی بن کے تمھارے ساتھ رہون گی۔ مین ہی تم کو دولھا کی خلوت مین پہونچاؤن گی۔ اور مین ہی کوشش کر کے تم دونون کے دلون کو ملاؤن گی۔"

وزیر فرنان کا خیال تھا کہ ضیا دل سے مرکیس کے ساتھ شادی کرنا ہرگز پسند نہ کرے گی۔ ہان یہ ممکن ہے کہ بچپن کی مزاجی کمزوری سے اس پر میرے کہنے اور سمجھانے کا کچھ اثر پڑ جائے۔ اور گفتگو مین مجبور ہو کے قبول کر لے۔ مگر وہ قبول کرنا چند ہی ساعت کے لیے ہوگا۔ اس کے بعد الفانسو سے ملی اور ہاتھ سے گئی۔ اور اس سے ملاقات نہ بھی ہو تو دوسرے وقت خود ہی بدل جائے گی۔ اور انکار کرنے لگے گی۔ اس لیے اگر کسی وقت وہ جھوٹون بھی منظور کرے تو فوراً مرکیس سے شادی کر دیجائے۔ اسی خیال سے اس نے شادی کا کل سامان فراہم کر لیا تھا۔ اور جیسے ہی اسے شادی پر راضی دیکھا بولا" تو پھر اب تاخیر کی کیا ضرورت ہے؟ یہان کے اسقف کو مین نے بلا ہی لیا ہے مرکیس عروسی کپڑے پہن کے آ گئے ہین۔ اور دوسرے کمرے مین بیٹھے ہوے ہین۔ ضیا کے لیے مین نے عروسی کا جوڑا تیار کرا لیا ہے۔ اور نکاح کے لیے ہمارے محل کا گرجا موجود ہے۔ عروسی لباس پہنا کے ضیا کو لے چلین اور اسی وقت شادی ہو جائے۔"

ضیا:" (بدحواسی کے ساتھ) "اسی وقت!"

فرنان:" ہان اسی وقت جب فیصلہ کر لیا کہ ایک کام ہونا چاہیے تو اسی وقت انجام دیدینا چاہیے۔ ع در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔"

سلطانہ: "آپ کی اس خوش انتظامی سے مین بہت خوش ہوئی۔ تو میری بہن کا عروسی جوڑا منگوائیے" حکم ہوتے ہی وزیر فرنان کا درزی ایک نہایت ہی نفیس لباس عروسی لے آیا جسے سلطانہ نے بہت پسند کیا۔ اور ضیا کو اپنے ہاتھ سے پہنایا۔ ضیا روتی جاتی تھی اور شادی کے کپڑے پہنتی جاتی تھی۔ گرجے مین تیاری کا حکم پہلے ہی سے دے رکھا گیا تھا سب لوگ شکستہ دل اور حرمان نصیب دولھن کو گرجے مین لے گئے ادھر سے وزیر مرکیس دولھا بنا ہوا آ گیا۔ دونون دولھا دولھن گرجے مین قربان گاہ کے سامنے برابر کھڑے کر دیے گئے۔ اور اسقف نے جھٹ پٹ حسب رسوم مروجہ نکاح کر دیا۔

فرنان اور سلطانہ اس شادی سے بیحد خوش ہوے۔ سلطانہ نے ضیا کو پھر اُسکے کمرے مین پہونچا دیا۔ وہان دیر تک اس کا دل بہلاتی اور اس سے تسلی و دلدہی کی باتین کرتی رہی۔ پھر جھک کے اسکے کان مین کہا "اب اس وقت مین جاتی ہون۔ گر تم گھبرانا نہیں۔ مین رات کو پھر آؤن گی۔ اور مین ہی تم کو تمھارے دولھا سے ملاؤن گی" یہ کہہ کے سلطانہ چلی گئی۔ اور اسکے جاتے ہی تنہا بیٹھ کے ضیا نے رونا شروع کیا۔ اور جب خوب رو چکی تو سر اوپر اُٹھا کے درگاہ الٰہی مین عرض کیا "خداوندا! مجھ مین تحمل و برداشت کی قوت پیدا کر۔ والد کے اور اُن سب کے کہنے سے مین نے یہ آفت اپنے سر لے تو لی ہے۔ لیکن مجھ مین اس کے اُٹھانے کی طاقت نہین!"

بارھوان باب

ہولناک شب عروسی

وزیر فرنان کے حکم سے ضیا کی مصری مشاطہ نے سب عروسی کے لیے اس کا سنگھار کرنا شروع کیا۔ وہ ضیا کی زلفون مین کنگھی کر رہی تھی۔ اور ضیا کی آنکھون سے آنسوؤن کا دریا بہ رہا تھا۔ روتے روتے اپنی مشاطہ سے کہا "مرجانہ! تم مصری ہو۔" مرجانہ: "تم نے سنا ہوگا کہ اگلے دنون ہر سال مصر کی ایک کنواری لڑکی بناؤ سنگھار کر کے اور دولھنون کیطرح خوب سج کے دریاے نیل پہ بھینٹ چڑھا دی جاتی تھی۔"

مرجانہ:۔ جی ہان یہ تو مشہور بات ہے۔ جب تک مسلمانون نے قبضہ کیا ہے اسوقت تک یہ رسم کا دستور جاری تھا۔ یہان تک کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے خبر پا کے امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کی ممانعت کر دی۔ اور دریاے نیل کے نام ایک خط لکھ کے عمرو بن عاص کو بھیجا اور حکم دیا کہ اسے دریاے نیل مین ڈالدین۔ پھر اس کے بعد سے بغیر ایسی بھینٹ چڑھائے آپ سے آپ دریا مین طغیانی ہونے لگی۔"

ضیا:۔ مگر یہان ابتک یہ رسم جاری ہے مصر کی کنواری لڑکیون ہی کیطرح آج حسرت و اندوہ کے آتشین سمندر پہ چڑھانے کے لیے میرا سنگھار ہو رہا ہے۔"

مرجانہ:۔ نہین بی بی۔ ایسا نہ کہو۔ آپ کے دولہا آپ کے لیے آنکھین بچھائین گے۔ اور آپ کے ابا جان ہمیشہ آپ کا ہر شوق پورا کیا کرین گے۔"

ضیا:۔ یہ میری تمنا ہی تو پوری کا ہو رہی ہے۔" اب شام ہونے کو تھی آفتاب قصر کے مغربی پہلو پہ تھا کہ سلطانہ آگئی حسرت نصیب ضیا کو گلے لگایا اُس کی اشکبار آنکھون کے بوسے لیے پھر اسکے حکم سے حسین و خوبرو لونڈیون نے دف بجا بجا کے ناچنا گانا اور نغمہ مبارکباد سنانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سلطانہ اُسے خاص کمرے مین لے گئی جس مین اس نے مصری کاریگرون سے نقش و نگار اور آراستہ بنایا تھا۔ چونکہ یہ کمرہ سب سے زیادہ آراستہ تھا۔ سلطانہ نے اُسی کو حجلۂ عروسی قرار دیا۔ اور پھر مرکیس کو لاکے اُس سے ملایا۔ دیر تک مذاق اور لطف کی باتین کرتی رہی اور اپنے نزدیک خوب اطمینان کر لینے کے بعد ضیا سے رخصت ہو کے چلی گئی۔ مرکیس کو ضیا نے آج ہی پہلے پہل قریب سے دیکھا تھا۔ پہلے جب کبھی سامنا ہوا دور ہی سے ہوا۔ مرکیس کبھی قریب نہین آیا تھا۔ آج شادی کے وقت البتہ دونون گرجے مین برابر کھڑے کیے گئے تھے۔ مگر لوگون کے ہجوم اپنی برہم مزاجی و حسرت نصیبی اور دلی نفرت و وحشت کی وجہ سے ضیا نے اُسکی طرف آنکھ اُٹھا کے بھی نہ دیکھا تھا۔

سلطانہ کے جاتے ہی مرکیس نے بیتابانہ شوق اور حد سے گذرے ہوے جوش کے ساتھ آکے ضیا کے پہلو مین بیٹھنا چاہا۔ ادھر مرکیس نے مسہری پر قدم رکھا اور ادھر ضیا اُٹھ کے بستر خواب سے دور ایک چھوٹی سی چوکی پر جا کے بیٹھ گئی اور منھ چھپا لیا۔ مرکیس نے وہان جا کے زبردستی منہ کھلوایا تو ایک شگفتہ مزاج اور ارمانون

سے بھری ہوئی دولھن کے عوض ایک غمناک دسراپا یاس نازنین کو حسرت واندوہ سے آنسو بہاتے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کے اُسے تعجب ہوا۔ مگر خیال گزرا کہ لڑکیان عموماً اپنے والدین اور میکے کے چھوٹنے پر رویا کرتی ہین۔ اس لیے بڑھا کہ اُسکی تسلی و دلدہی کرے۔ اور دم دلاسے سے پھر بچھونے پر لائے۔ مگر ضیا نے روکا اور قسم دلائی کہ "ادھر ہی رہو۔ اور میرے قریب نہ آؤ"۔ مرکیس نے اس حزن و ملال کا سبب پوچھا تو جواب ملا کہ میرا جی نہین اچھا ہے"۔ دریافت کیا کہ آخر کیا شکایت اور کیسی تکلیف ہے؟" بولی "کلیجے مین درد ہے۔ اور آنکھون مین کھٹک ہے"۔ لیکن یہ کہتے ہی اور زیادہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اور جوش گریہ اس قدر بڑھا کہ جواب دینے کی تاب نہ تھی۔ کچھ دیر تک مرکیس یہ منظر دیکھ کے پریشان رہا۔ پھر کہا "آخر کب تک روتی رہوگی؟ اور جی نہین اچھا ہے تو یہان پلنگ پر آکے لیٹو"۔ بولی "مین یہین اچھی ہون" اور پھر قسمین دلانے لگی کہ "مجھے یہین پڑا رہنے دو"۔ کہا "اچھا میرا رہنا ناگوار ہے تو تمھاری پیش خدمتون کو بلا دون؟" ایک آہ کے ساتھ جواب دیا "نہین۔ مجھے نہ خادمہ کی ضرورت ہے نہ پیش خدمت کی بس تم اتنی عنایت کرو کہ مجھے میرے حال مین پڑا رہنے دو۔ مجھ سے بولو چالو نہین"۔ اتنا کہا اور پھر رونا شروع کر دیا۔

آخر مرکیس اپنی تمام کوششون مین تھک گئے اور مجبور و مایوس ہو کے پلنگ پر اکیلا لیٹ رہا۔ اور دل مین سوچنے لگا کہ ضیا کی اس پریشانی اور اس کے حد سے گذرے ہوے رنج و اندوہ کا سبب کیا ہے؟ خیال گزرا کہ معلوم ہوتا ہے کسی اور نوجوان سے اس کا دل اٹکا ہوا ہے۔ اور میری صحبت کو نہین پسند کرتی۔ جون جون وہ غور کرتا تھا یہی خیال غالب آتا جاتا تھا۔ آخر اسے بہت ہی صدمہ ہوا کہ "مجھے بدنصیبی سے جورو بھی ملی تو ایسی جو کسی اور پر فریفتہ اور مجھ سے متنفر ہے! دیکھیے اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ افسوس شادی کر کے میری جان اور عذاب مین پڑ گئی"۔ اب اس نے اس پر غور کرنا شروع کیا کہ وہ کون ہے جس پر اس کا دل آیا ہوا ہے؟ وہ کس حیثیت کا آدمی ہے؟ کوئی ادنی درجے کا شخص ہے؟ میرا ہم رتبہ اور میرے برابر والا ہے؟ یا کوئی مجھ سے بھی بڑا معزز شخص ہے؟" لیکن اس بارے مین اسکی ذہنی جستجو بے نتیجہ رہی۔ اور گھبرا کے دل مین کہا "کوئی ہو میری تو زندگی

خراب ہوئی"۔

اب پچھلا پہر تھا ضیا اپنے اسی کونے مین بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اور مرکیس پلنگ پر پڑا دریاے افکار مین غرق اور نہایت ہی بدمزگی و بے لطفی سے کروٹین بدل رہا تھا۔ نیند دونون پر حرام تھی۔ یکایک مرکیس کو کچھ آہٹ اور کسی کے پاؤن کی چاپ معلوم ہوئی۔ دل مین کہا یہان کون آیا؟ مین تو کمرے کا دروازہ بند کرکے لیٹا تھا! فوراً آنکھین کھول دین اُٹھ بیٹھا۔ اور حیرت سے دیکھا کہ شمع خاموش ہے۔ اور اندھیرا چھایا ہوا ہے اس پر اور حیرت ہوئی۔ اور دل مین سوچنے لگا کہ یہ چراغ کیسے گل ہو گیا؟ اتنے مین کان مین آواز آئی کہ جیسے کوئی دبی آواز سے آہستہ آہستہ پکار رہا ہے "ضیا! ضیا!" اب اس مین ضبط و تحمل کی تاب نہ تھی۔ بڑھ کے تلوار اُٹھا لی۔ اور اُسے کھینچ کے جدھر سے آواز آئی تھی اس طرف چلا کہ اس بدمعاش شخص کو جو میری موجودگی مین میری بی بی سے ملنے کو آیا ہے اس کی بدمعاشی کی سزا دون۔ یکایک تلوار کسی اور کی تلوار سے لڑی۔ طیش مین آکے جھپٹا۔ مگر کسی کے زور سے بھاگنے کی آواز سنائی دی جو یک بیک غائب ہو گیا۔ اور مرکیس بے تکان بڑھنے کے باعث سامنے کی دیوار سے ٹکرا کے زخمی ہو گیا۔

اب مرکیس کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ سارا کمرہ ڈھونڈھ ڈالا۔ مگر کہین کسی کا پتہ نہ تھا۔ لپک کے دروازے کے پاس گیا۔ اسے بالکل بند دیکھ کے اور وحشت ہوئی۔ فوراً کنڈی کھول کے باہر نکلا اور غل مچانے لگا۔ چارون طرف سے لوگ شمعین اور مشعلین لے لے کے دوڑے۔ اور مرکیس نے ایک شمعدان ہاتھ مین لے کے سارا کمرہ ڈھونڈھ ڈالا۔ مگر کہین کسی کا پتہ نہ تھا۔ اب اس کی عقل چکر مین تھی کہ یہ کون تھا؟ کدھر سے آیا؟ اور کہان غائب ہو گیا؟ دل مین آئی کہ خود ضیا سے پوچھون شاید اس سے پتہ چلے۔ مگر سونچا کہ اس معاملہ مین اس کی سازش ضرور ہے۔ جانتی بھی ہوگی تو نہ بتائے گی۔

آخر نہایت پریشانی کے ساتھ کمرے سے نکل کے وزیر قرمان کے پاس دوڑا گیا قصر مین غل سن کے وزیر بھی جاگ اُٹھا تھا۔ اور لوگون نے دوڑ کے مرکیس کے اس کی طرف روانہ ہونے کی خبر بھی پہونچا دی اپنے کمرے سے باہر آ کے

اس سے ملا۔ اور مرکیس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ یہ سن کے زنان بھی سخت متحیر ہوا۔ مگر دل مین کہا یہ "شاہ الفانسو کے سوا کوئی نہین ہو سکتا۔ اور اس مین ضیا کی بھی کچھ نہ کچھ سازش ضرور ہی۔ ورنہ کمرے کے اندر اس کا پہونچ جانا غیر ممکن تھا۔ لیکن مرکیس پر یہ راز نہین ظاہر کیا اور کہا۔ آپ کو وہم ہی دہم ہی بند کمرے کے اندر کون پہونچ سکتا تھا؟ رہا ضیا کا یہ بتانا وہ فقط گھر چھوٹنے اور نئے شخص کی صحبت سے وحشت کھانے کا باعث ہے پہلی رات کو سب ہی لڑکیان وحشت کھایا کرتی ہین۔ دو ایک دن مین یہ بات جاتی رہیگی مرکیس کو اس جواب سے اطمینان تو کیا ہو سکتا تھا؟ مگر لاجواب ہو کے ضیا کے پاس واپس آیا اور صبح تک تلوار ہاتھ مین لیے بیٹھا رہا۔ مگر اب اس نے ضیا کیطرف جو دیکھا تو اس مین ایک نمایان تغیر نظر آیا۔ پہلے وہ ملول و غمگین تھی۔ اور اب برہم و برافروختہ یا تو رات بھر آنکھوں سے آنسوؤن کا دریا جاری رہا تھا۔ یا اب اُن سے جوش غضب کے شعلے نکل رہے تھے۔

ضیا نے جیسے ہی سرنگ کے راستہ مین سے کچھ آہٹ پائی سمجھ گئی کہ شاہ الفانسو آرہے ہین۔ چپکے سے اُٹھ کے چراغ گل کر دیا۔ اس کے بعد جو ہر دروازہ مین سے نکل کے بادشاہ نے اندھیرا گھپ دیکھا تو آہستہ آہستہ پکارا "ضیا! ضیا!" جواب کا منتظر تھا کہ مرکیس کی تلوار سے تلوار لڑ گئی اور بدنامی کے خوف سے فوراً دروازہ بند کر کے بھاگ گیا۔

اس واقعہ سے مرکیس تو چور کو ادھر اُدھر ڈھونڈھتا پھرتا تھا۔ مگر وہ دل کہہ رہی تھی واہ! کیا زمانہ کا رنگ ہی؟ اور کیسی آج کل کی محبت ہی؟ الفانسو تو سلطانہ پر عشق ظاہر کرتا اور اس سے شادی کرنے کا آرزومند ہی مگر ساتھ ہی۔ مجھ سے بھی لسر کا چلا جاتا ہی۔ اور یہان اس لیے آیا تھا کہ بہلا پھسلا کے اور مکر و فریب سے کام لے کے میری آبرو لے! ورنہ اس وقت تنہائی اور اندھیرے مین پچھلی شب کو یون چورون کی طرح میرے پاس آنے کی وجہ؟ جو شخص میری محبت سے دست بردار ہو چکا اسے مجھ سے واسطہ ہی کیا رہا؟ کچھ نہین وہ دھوکے ہی دھوکے مین میری آبرو لینا چاہتا ہے" ان خیالات نے اُس کے دل مین ایک آگ سی لگا دی۔ رہ رہ کے طیش آتا تھا اور لہو کا گھونٹ پی کے رہ جاتی تھی۔ اور الفانسو کی جانب سے نہایت ہی بدگمان

تھی۔ مگر اس نے ان سب خیالات کو دل مین رکھا شوہر یا باپ کسی کے سامنے کوئی لفظ زبان سے نہین نکالا یہان تک کہ صبح ہو گئی۔ اور ساری رات کا جاگا مرکیس اپنے گھر مین جا کے سو رہا۔

تیرھوان باب

بادشاہ اور وزیر کی رقابت

شاہ الفانسو کی یہ حالت تھی کہ جب سے ضیا اُسے سلطانہ کے ساتھ راز و نیاز کی باتین کرتے سن گئی تھی نہایت ہی بیتاب و بیقرار تھا۔ دل سے یہ چور کسی طرح نکلتا ہی نہ تھا کہ ضیا مجھ سے بدگمان ہو گئی ہے۔ اور بار بار دل مین کہتا جب تک خلوت مین مل کے سارا حال نہ بیان کر دون گا۔ اُسے چین نہ پڑے گا۔ لیکن امراے دربار مبارکباد کے لیے آتے اور نئے نئے ملتوی شدہ پیچیدہ مہمات سلطنت کے پیش ہونے کا سلسلہ موقوف ہونے ہی کو نہ آتا تھا۔ راہ دیکھ رہا تھا کہ گھڑی بھر کو بھی چھٹی ملے تو ضیا سے جا کے مل آؤن۔ مگر آدھی رات ہو گئی اور اسے دم لینے کی چھٹی نہ تھی۔ آدھی رات کے بعد لوگون کے آنے کا سلسلہ موقوف ہوا تو جو لوگ موجود تھے انھین جلدی جلدی رخصت کر کے وہ وزیر کے قصر مین گیا اور اپنے خادم کو یہ سمجھا کے کہ کسی کو میرے آنے کی خبر نہ ہونے پائے۔ سرنگ کے راستہ سے ضیا کے پاس پہونچا وہان اندھیرا دیکھ کے اُسے پکارا۔ اور کسی غیر کی تلوار سے تلوار لڑی تو متحیر ہو کے واپس چلا آیا کہ اس وقت ضیا کی ملاقات کو ٹال ہی جانا چاہیے۔

مگر دل مین نہایت ہی حیران تھا کہ ضیا کے کمرے مین آخر شب کے وقت یہ غیر شخص کون تھا جو تلوار کھینچ کے میرے مقابلہ کو آیا؟ اسے شادی کی خبر نہ تھی۔ یہان آتنی دیر مین جو کچھ ہو گیا اسکے وہم و گمان مین نہ تھا۔ اور جب یہ معمہ کسی طرح حل نہ ہو سکا تو دل مین کہا۔ "اب اس کا حال کل معلوم ہو جائے گا کل دن کو جس طرح بنے گا مین ضیا سے ملون گا۔ اور اس سے سب حال دریافت کر لون گا۔"

شاہی محل مین آکے رات کے دو تین گھنٹے کاٹے جو وقت ملا اس مین سو رہا اور صبح تڑکے شکار کا حکم دیا۔ شکار کے لیے باز اور کتے موجود ہو گئے۔ اور شاہانہ جلوس کے ساتھ کوہ بیلگرنیو کی راہ لی جس کے ایک طرف وزیر کا قصر تھا۔ دیر تک شکار مین مصروف رہنے کے بعد سب ہمراہیون کو شکار گاہ مین چھوڑا اور ایک ہرن کے تعاقب کے بہانے گھوڑا بھگاتا ہوا قصر فرزان کے پشت پہ نکلا جدھر ایک نہایت ہی وسیع و پرفضا باغ تھا۔ جابجا فرح بخش کنج تھے۔ اور گھنی جھاڑیون نے عجیب عجیب روح افزا و دلکش خلوت گاہین بنا رکھی تھین۔

ناگہان دور پر ایک جھاڑی کے سایہ مین دو عورتین نظر آئین جو ایک لکڑی کی بنچ پر بیٹھی ہوئی تھین۔ اُن کی طرف چلا کہ ضیا کا کچھ حال دریافت کرے۔ مگر قریب پہونچ کے حیرت سے دیکھا کہ وہ عورتین خود ضیا اور اس کی دایہ مارِیہ ہین۔ ماریہ کی گود مین ضیا کا سر ہے۔ اُس کی آنکھون سے آنسو جاری ہین۔ اور ماریہ اُسے سمجھاتی اور پیار کر کر کے تسلی دے رہی ہے۔ فوراً گھوڑے سے اتر کے اسے ایک درخت مین باندھ دیا۔ اور قریب جا کے نہایت ہی گرمجوشی سے صاحب سلامت کی۔ اور بغیر اس کے کہ جواب کا انتظار کرے کہنے لگا "صاحب رونا دھونا موقوف کرو۔ اور آنسو پونچھ ڈالو۔ بیکار ہی تم نے اپنی جان پر آفت لے رکھی ہے۔ ذرا یہ بھی سوچا کرو کہ یہ دنیا ہے۔ اس مین دکھانے کی باتین اور ہوتی ہین اور کرنے کی اور! مین نے تمھارے ابا جان کے مجبور کرنے سے اور سلطنت کی مصلحتون پر نظر کر کے سلطانہ سے چاہے کچھ ہی کہا ہو مگر دل سے اور حقیقت مین تمھارا شیدا ہون۔ دنیا مین بھلا کوئی بھی ایسی قوت ہے کہ مجھ کو تم سے یا تم کو مجھ سے چھین سکے؟ یاد رکھو کہ مین تمھارا ہی رہون گا۔ اور تمھین سے شادی کرون گا سلطنت جاہے جاے چاہے رہے"۔

مگر اب الفانسو کی صورت دیکھ کے ضیا پر ایسی رقت طاری تھی اور آنکھون سے ایسا سیلاب عظیم جاری تھا کہ نہ اُس مین بات کرنے کی قوت تھی۔ نہ کچھ سننے کی۔ اور نہ کچھ دیکھنے کی۔ آخر تھوڑی دیر جواب کا انتظار کر کے الفانسو نے پھر کہنا شروع کیا۔

"ضیا پیاری ضیا۔ اس بیکار کے رونے سے فائدہ؟ جو شخص تمھارے لیے تاج و تخت سے دست بردار ہونے کو موجود ہے اُسے جھوٹا نہ جانو۔ اس کی بات کا

اعتبار کرو۔ اور خیال کرو کہ تمھین ملول وغمگین دیکھ کے اس کے دل کیا حالت ہو گی؟"

اب ضیا نے دل قابو مین لا کے اور جوش زاری کو سینے مین دبا کے کہا "بادشاہ! اب نہ آپ وہ آپ رہا اور نہ مین وہ مین رہی۔ میرے آپ کے درمیان مین ایک ایسا عظیم الشان پہاڑ پیدا ہو گیا جس پر چڑھ کے نہ مین آپ تک پہونچ سکتی ہون۔ اور نہ آپ مجھ تک آ سکتے ہین"

الفانسو:- خدا کے لیے ایسی بات نہ کہو کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے۔ جو پہاڑ میرے تمھارے درمیان مین آئے گا اس کو ہماری محبت اور ہمارا خلوص ریزہ ریزہ کر کے فنا کر دین گے۔ خدا کی قسم مین زمین کو زیر و زبر کر دون گا۔ اور خون کے دریا بہا دون گا۔ اور موت کا سینہ پر سا دون گا۔ مگر یہ نہ ہو گا کہ تمھارے وصل سے محروم رہوں"

ضیا:- بس بس جانے دیجیے اور اپنا کام کیجیے۔ اب اس بارے مین نہ آپ کی سلطنت کام آئے گی۔ اور نہ قوت و عظمت سے مطلب نکلے گا۔ اس لیے کہ اب مین وزیر مرکیس کی جورو ہون"

یہ فقرہ نہ تھا بجلی کا گرنا تھا۔ سنتے ہی الفانسو پر موت کے آثار نمایان ہوئے چہرہ زرد پڑ گیا۔ تن بدن مین تھرتھری پڑ گئی۔ کانپ کے بے اختیار پیچھے ہٹا۔ مگر پاؤن لڑکھڑائے۔ اور ایک درخت پر سہارا دیا کہ آپ کو سنبھالے۔ مگر اس شدت سے تیورایا کہ نہ سنبھل سکا درخت کی رگڑ کھاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ اور بیہوش تھا لیکن اس غفلت اور بیہوشی مین بھی وفور شوق کا یہ عالم تھا کہ آنکھون سے دلدار ناز آفرین کے چاند سے چہرے ہی پر ٹکٹکی بندھی ہوئی تھی۔

کچھ دیر تک یہی عالم رہا کہ الفانسو زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اور ضیا تھوڑے فاصلے پر کھڑی اشک حسرت بہا رہی تھی۔ ایک گھڑی بھر مین الفانسو کے حواس کسی قدر درست ہوے۔ اور اس نے پھر ایک آہ جگر دوز کھینچ کے کہا "ضیا۔ تجھ سے یہ کیونکر ہو سکا۔ ہائے تو نے تو مجھے مار ڈالا! اور مجھی کو نہین خود آپ کو بھی ہلاک کیا۔ اب میری اور تیری زندگی کیسے کٹے گی؟ اور ہم کیا کرین گے؟"

ضیا:- یہ نئی بات ہے اسلئے مجھے الزام دیتے ہو۔ اور اپنی باتون کو نہین دیکھتے؟ میرے سامنے تم نے سلطانہ سے شادی کا اقرار کیا اس کے ساتھ جس جوش سے عشق و محبت کو ظاہر کیا اسے اپنے کانون سے سن چکی ہون اور پھر آپ چار آنکھین کر کے مجھے الزام دیتے ہین؟"

الفانسو:- گر تم نے مجھ سے ذکر تو کر دیا ہوتا۔ ظاہر کی باتون پہ مجھے جیسا اور جتنا الزام چاہے دے لو مگر دل سے مین تمھارا ہی دلدادہ ہون۔ سلطانہ سے جو کچھ کہا وہ ایک پالیسی اور حکمت عملی تھی۔ ورنہ مین بھلا تمھارے رخ زیبا کے سوا اور کسی کا عاشق ہو سکتا ہون؛

ضیا:- بس اب باتین نہ بناؤ۔ تم نے کہا سلطنت مقدم ہے اور تاج و تخت ہین تو سب کچھ ہے حکومت کی ہوس نے تمھین بیوفا بنا دیا۔ اور تمھین یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ وزیر کی بیٹی تمھارے برابر ملکہ بن کے تخت نشین ہو۔ یہ باتین تمھارے دل مین نہ تھین تو تم نے مجھے غمگین و حزین اور مایوس و پریشان حال دیکھ کے پہلے ہی کیون نہ خبر کر دی؟ مین تمھارا اس قدر دم بھرتی تھی اور اس طرح تمھارے نام پہ مرتی تھی کہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جاتی مگر مین کسی اور سے نکاح نہ کرتی۔ مگر میری بدنصیبی نے تمھین بیوفا بنا دیا۔ اور اپنے دل کو اس جرم پہ کہ کیون تمھارا شیدا بنا زندگی بھر یہ سزا دیتی رہون گی کہ اس شخص کی غلامی کرے جس سے اسے کوئی لگاؤ نہ اُس کسی قسم کی الفت اور ذرا بھی محبت نہ ہو۔ خیر جو ہونا تھا ہوا۔ اب اس بکھیڑے جھگڑے اور قسمت کا دکھڑا رونے سے کیا حاصل؟ مین جاتی ہون اپنے گھر مین بیٹھ کے اپنی قسمت پہ روؤن گی۔ اور تنہا بیٹھون گی کہ تمھاری صحبت کے عذاب اور اسکی تکلیف سے چھوٹون۔ اب تمھاری صحبت میری عزت و عصمت اور شرافت و عفت مین داغ لگا دے گی۔ یہ تو تم خود بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب مین وزیر مرکیس کی بی بی ہو چکی تو پھر اب تم سے مل کے ایسی باتین کرنا کس قدر نامناسب ہے۔ اور ان بیٹے سوا تکلیف بڑھنے کے حاصل ہی کیا ہو گا؟" یہ کہا اور بغیر جواب کا انتظار کیے قصر کی طرف چلی اور دو نکل گئی۔

الفانسو۔ (چلاکے) "للٰہ ٹھہرو۔ ایک دم بھر ادر ٹھہر جاؤ۔ اس خستہ حال بادشاہ پر ترس کھاؤ جو تمھارے وصال کے شوق مین سلطنت پر لات مارنے کو تیار بیٹھا ہے" ضیا نے پلٹ کے دیکھا اور دہن سے جواب دیا "اب اِن باتون کا وقت نہین رہا۔ تیر چٹکی سے چھوٹ چکا۔ سانپ نکل گیا۔ لکیر پیٹا کرو۔ اب ملک کو تم بگاڑو۔ بناؤ۔ یا غارت کرو۔ رعایا کے ساتھ انصاف کرو۔ یا ظلم۔ تمھاری سلطنت بگڑے۔ بنے اور رہے۔ یا نہ رہے۔ مجھے واسطہ نہین۔ اب تم جس عورت کے ساتھ چاہو شادی کرو۔ مجھے ملال نہ ہوگا کہ سقلیہ کی ملکہ مین کیون نہ ہوئی۔ اب اگر دل مین تمھاری محبت جوش مارے گی تو اسے دبا دون گی۔ خوب ضبط کرون گی کہ وزیر مرکیس کی جورو الفانسو کی محبوبہ نہین ہے۔ مین اس طریقہ سے اپنا بھی اور ناعاقبت اندیش دل کو تو سزا دون ہی گی تم سے بھی تھوڑا انتقام مل جائے گا۔ اس لیے کہ جیسے کبھی تم اپنی محبوبہ کہتے تھے اسکو دوسرے کے پہلو مین دیکھ کے تمھین کچھ تو تکلیف ہوگی؟" یہ کہا اور ایک کوندنے والی بجلی کی طرح چمک کے قصر مین ہو رہی۔ اور الفانسو ایک تیر خوردہ ہرن کیطرح بیقرار و مضطرب الحال کھڑا رہ گیا جو یہ بھی نہ جانتا تھا کہ کیا کرون اور کہان جاؤن۔ اگر ایا رہیہ ہوتی تو اس سے کچھ کہتا سنتا۔ مگر وہ بھی اپنی بی بی کے ساتھ غائب ہو گئی اور الفانسو حیران ہے کہ کیا کرے۔

تھوڑی دیر تک اسی جگہ خاموش کھڑا سوچتا رہا۔ یکایک اپنے بادشاہ اور فرمان روائے ملک ہونے کا خیال آیا۔ دل مین کہا "اس ناامیدی کو تو مین نہین برداشت کر سکتا۔ اب مجھے نہ سلطنت کی پروا ہے اور نہ کسی مصلحت وانجام کی۔ اسی وقت قصر شاہی مین پہونچ کے وزیر مرکیس اور وزیر فرمان دونون کو گرفتار کر کے قتل کروڈالون گا۔ سارا فساد انھین دونون کا ہے۔ اور انھین کی وجہ سے مجھ پر یہ آفت آپڑی ہے" یہ خیال آتے ہی طیش کھا کے شکار گاہ کی راہ لی جہان ہمراہی انتظار کر رہے تھے۔ فوراً واپسی کا حکم دیا۔ اور پلرمو کیطرف چلا۔ مگر راستہ بھر اسی ادھیڑبن مین رہا۔ قصر مین پہونچ کے کوتوال شہر فراجیس کو بلوایا۔ لیکن حکم جاری کرتے وقت دل مین ... کہ وزیر فرمان نے

مجھے بالا ہی۔ اپنی زبان سے اُسے باپ کہہ چکا ہون۔ اور سب یہ بالا یہ ہی کہ اسکے خلاف کوئی کارروائی کی گئی تو ضیا کو سخت ملال ہو گا۔ اس کے ساتھ بدسلوکی کرنا نہین اچھا آخر سوچتے سوچتے فرنان کی گرفتاری کو ملتوی کر دیا۔ اور کوتوال کو حکم دیا اسی وقت جا کے وزیر مرکیس کو گرفتار کرو۔ اور پابہ زنجیر کر کے سخت حفاظت کے ساتھ اپنی حراست مین رکھو۔ خبردار اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت اور نرمی نہ ہونے پائے ورنہ تم کو سخت سزا دیجائے گی۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہی کہ مرکیس دان رادرق۔ کا طرفدار ہی۔ اور میرے خلاف سازشین کر رہا ہی۔ ایسا شخص باغی اور سلطنت کا ایسا مجرم ہی جو سخت ترین سزا کا مستوجب ہو۔"

شاہی حکم کی تعمیل مین کس کو عذر ہو سکتا تھا؟ مرکیس اگرچہ شاہی خاندان سے تھا بہت بڑا امعزز و محترم وزیر تھا۔ اور رعایا اور فوج اس کے اثر مین تھی۔ کوتوال بہ لحاظ عہدے کے اس کا غلام اور محکوم تھا۔ مگر اس پہ جرم ایسا عائد کیا گیا تھا کہ کسی کو چون کرنے کی مجال نہ تھی۔ خصوصاً اس لیئے کہ اب ساری رعایا اور تمام سرداران فوج الفانسو کو بہت ہی پسند کرتے تھے۔ اور سب سے زیادہ طرفدار اسی کے تھے۔ کوتوال "جو حکم ہو" کہہ کے گیا۔ اور چونکہ معلوم تھا کہ مرکیس وزیر فرنان کے قصر مین ہی اسی وقت ایک زبردست گارد لئے کے قصر مین پہونچا۔ اور خاص ضیا کے پہلو سے مرکیس کو بڑی بےعزتی کے ساتھ کھینچ کے باہر نکالا۔ اور باغیون کیطرح پابہ زنجیر کر کے قید خانے مین پہونچا دیا۔

چودھوان باب

مجرمانہ خیر خواہی

مرکیس کی گرفتاری سے سارے شہر مین تہلکہ پڑ گیا۔ اور وزیر فرنان کے گھر مین تو کہرام ہی بپا تھا۔ اب فرنان دل مین سوچتا کہ مین نے یہ برا کیا کہ اتنی عجلت کے ساتھ ضیا کی شادی کر دی۔ میرا خیال تھا کہ الفانسو بچپن کی طرح

اب بھی مجھ سے دبے گا۔ اور جو چاہوں گا طوعاً و کرہاً اسے منظور کرے گا۔ لیکن اب وہ میری گرفت سے باہر ہوا جاتا ہے۔ دیکھیے اس شادی کا انجام کیا ہوتا ہے؟ مگر جو کچھ ہو اب اس وقت تو مجھے سوا اس کے کہ خود الفانسو کی خدمت میں حاضر ہو کے خوشامد در آمد اور عجز و الحاح سے مرکیس کی سفارش کروں کوئی مفر نہیں نظر آتا اگر اس میں ذرا بھی تاخیر ہوئی تو مرکیس قید کی ذلتوں کی تاب نہ لا سکے گا۔ دیوانہ ہو جائے گا۔ اور اسے شکایت ہوگی کہ ایسے نازک موقع پہ میں نے خبر نہ لی۔"

فوراً سوار ہو کے قصر شاہی میں آیا۔ یہاں آ کے حاجبوں اور چوبداروں سے سنا کہ "حضور جہان پناہ کا مزاج نہایت برہم ہے۔ اور کسی کو بھی باریابی کی اجازت نہیں۔ حکم ہے کہ خبردار کوئی شخص چاہے کتنا ہی بڑے مرتبہ اور عزت کا ہو میرے سامنے نہ آنے پائے۔ اس لیے ہم مجبور ہیں۔ آپ کو سامنے جانے دینا خود اپنی جان سے ہاتھ دھونا ہے۔"

فرنان: "اور کوئی باریاب ہے؟"

چوبدار: "کوئی نہیں۔ اب اس سے بڑھ کے کیا ہوگا کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی شاہزادی سلطانہ آئی تھیں اور خلوت میں جانا چاہتی تھیں۔ میں نے جا کے اطلاع کی تو ایسے غیظ و غضب سے "مجھے اس وقت ان سے ملنے کی چھٹی نہیں" فرمایا کہ میں کانپتا ہوا الٹے پاؤں بھاگا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اس وقت حضور کا ملنا مصلحت نہیں ہے۔"

فرنان نے کہا "ایسی حالت میں میں خود ہی سامنے نہ جاؤں گا۔ ممکن ہے کہ برہمی میں اُن کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو مجھے ناگوار ہو۔ مگر جب تک جہان پناہ کا مزاج درست ہو مجھے یہیں ٹھہرنا چاہیے۔ شاید یاد فرمائیں۔" یہ کہہ کے قصر شاہی کے برآمدے میں وہ ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ اب اُسے آئے کئی گھنٹے ہو گئے۔ اور شام کا وقت قریب آ گیا۔ حاجبوں اور چوبداروں کو بھی اطمینان تھا کہ اب نہ بادشاہ کسی کو بلائیں گے۔ اور نہ کسی کو سامنے جانے کی جرأت ہوگی۔ اس لیے وہ دروازہ چھوڑ کے ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ اور اپنے ملاقاتیوں سے گپیں اڑانے میں مصروف ہو گئے۔ غرض کسی کو یہاں کا

خیال نہ رہا۔ اور فرنان جو ایسے ہی موقع کا منتظر تھا۔ سب کی آنکھ بچا کے اندر چلا گیا۔ اور بڑے ادب سے جھک کے آداب بجا لایا۔

الفانسو ایک پلنگ پر لیٹا ہوا پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ وزیر کی صورت دیکھتے ہی اس پر اپنی شعلہ بار آنکھوں سے آگ برسا کے پوچھا "کیا ہے؟"

فرنان۔ (کانپتے ہوئے زمین بوس ہو کے) "خدا جہان پناہ کو ہمیشہ زندہ و سلامت رکھے غلام کو یہ امید نہ تھی کہ حضور کے عہد میں غلام کی عزت و آبرو پر کوئی حرف آئیگا۔ غلام کا داماد وزیر مرکیس، غلام ہی کے گھر سے بڑی بے عزتی و بے حرمتی کے ساتھ گرفتار کیا گیا۔ اور یہ نہیں معلوم کہ قصور کیا ہے؟"

اس درخواست پر الفانسو نے وزیر کے چہرے پر ایک معنی خیز نظر ڈالی اور کہا "اس کا یہ قصور ہے کہ میرے خلاف سازش کر رہا ہے۔ باغیوں سے ملا ہوا ہے۔ میرا بھائی ڈان راورق جو تاج و تخت سے محروم کیا گیا۔ اس کا دوست ہے۔ اور میرا دشمن۔ میرے پاس اس کا کافی ثبوت موجود ہے۔"

مرکیس کا یہ جرم سن کے فرنان نے سر جھکا لیا۔ اور دل میں کہا "بھلا یہ ممکن ہے؟ میرا داماد اور سازش! مرکیس اور بادشاہ کا دلی دشمن!" پھر دوبارہ زمین چوم کے عرض کیا "قبلۂ عالم۔ غیر ممکن ہے میرے خاندان، میرے عزیزوں۔ اور میرے دوستوں میں کسی سے بھی کبھی آج تک کوئی نمک حرامی ہوئی تھی۔ جواب ہو گی ہم لوگوں کی نسبت کسی کو ایسا دھوکا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مرکیس کی برأت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ میرا داماد ہے۔ گر جان بخشی ہو تو ایک بات عرض کروں؟"

الفانسو۔ "جو کچھ کہنا ہو بے خوف کہو۔"

فرنان۔ "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور پوشیدہ واقعہ اور ایسی غرض سے جو ابتک راز میں ہے جہان پناہ نے اسے گرفتار کیا ہے۔"

راز کا لفظ سنتے ہی الفانسو اس طرح طیش میں آ کے اُٹھ بیٹھا کہ فرنان سہم گیا۔ اور ہاتھ جوڑ کے سر آگے جھکا دیا۔

الفانسو۔ "اب تم نے راز کا نام لیا ہے تو سنو۔ تم نے میرے ساتھ ایسا سنگدلی کا سلوک کیا کہ کوئی کسی ذلیل سے ذلیل شخص کے ساتھ بھی نہ کرے گا۔ میری زندگی بدمزہ

ہوگئی۔ اور سخت عذاب الیم مین مبتلا ہون جس لذت و نعمت سے دنیا کا ہر ادنےٰ سے ادنےٰ شخص لطف اُٹھاتا ہر اس سے تم نے مجھے محروم کردیا۔ اور جب میری ہی زندگی خراب ہوگئی تو مجھے اور کسی کی زندگی کی کیا پروا ہو سکتی ہر؟ اب مجھ مین نہ بڑے چھوٹے کا امتیاز ہر۔ نہ بُرے بھلے کی تمیز ہے۔ کان کھول کے سن لو۔ اور خوب یاد رکھو کہ مین سلطانہ سے ہرگز شادی نہ کرون گا"

فرنان: "جب حضور سر دربار شاہزادی سلطانہ سے شادی کا وعدہ فرما چکے ہین تو اب اپنے وعدے سے نہ پھرنا چاہیے۔ بدعہدی بادشاہون کی شان سے بعید ہر"

الفانسو: (نہایت ہی برہمی اور حد سے گذرے ہوے غیظ و غضب سے) "تم یہان سے کہتے ہو کہ مین نے وعدہ کیا تھا؟ مین نے وعدہ کیا تھا یا تم نے؟ اس مین میرا مطلق قصور نہ تھا۔ یہ سارا فساد اور سب کیا دھرا تمھارا ہر۔ بغیر اس کے کہ مین کہون تم نے مجھے خواہ مخواہ کو ذمہ دار بنا دیا تم نے اسوقت میرے تیور اور میری برہمی کی نگاہ دیکھی اور نہایت ہی بیہودے پن سے بلا لحاظ اس کے کہ میری ناراضی کا کچھ بھی پاس و لحاظ کرو میری طرف سے اقرار کردیا۔ تمھین اتنی ہی پر چین نہ آیا۔ بلکہ نہایت ہی جراٗت کے ساتھ تم نے جعل بنایا۔ مین نے اپنی مہر کے ساتھ جو کاغذ ضیا کے معرفت تم کو دیا تھا اس لیے دیا تھا کہ ضیا کے حق مین میری طرف سے جو چاہو لکھ لو۔ مگر تم نے مجھے اور ضیا دونون کو دھوکے مین رکھ کے بغیر اس کے کہ میری مرضی کا ذرا بھی خیال کرو اس پر سلطانہ کے حق مین میری طرف سے اقرار نامہ لکھ کے اس پر مہر کردی۔ ہان یہ تمھارا جعل تھا۔ اور نہایت ہی سنگین جعل جس پر اگر سزا دیجاے تو تمھارا ٹیہ بھی نہ لگے۔ پھر سب کے آخر مین یہ قیامت کی کہ مجھے بالکل غافل رکھا اتنا بھی موقع نہ دیا کہ ضیا سے مل کے مین اس پر نیا ارادہ ظاہر کر سکون اور جھٹ پٹ مار کیس کے ساتھ اسکی شادی کردی جس سے میری اور اُسکی دونون کی زندگی غارت ہوگئی۔ ہم دونون کی مسرت خاک مین مل گئی۔ شاید تم یہ کہو مجھے بادشاہ مرحوم کی وصیت پوری کرنا تھی لیکن تمھین یہ حق کیونکر حاصل ہوگیا کہ میری طرف سے ایک ایسی بات کا وعدہ کردو جو میرے امکان مین نہ تھی؟ کیا تمھین بھول گیا کہ سلطانہ اس ماں کی بیٹی ہر جس نے بے خطا و قصور میرے باپ کی جان لی؟ اور یہ وہی عورت ہے جو ساری دنیا مین انتہا درجہ کی زانیہ و بدکار مشہور ہے؟ اور نہایت بدنام ہر؟ ایسی

حالت مین بھلا یہ ممکن ہے کہ سلطانہ اور مین ایک جگہ رہون اور ایک پلنگ پر لیٹین ؟"
خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا۔ تم نے وہ حرکت کی ہے جس سے سارا صقلیہ غارت ہو جائے گا۔ میرا
وہ جعلی وعدہ پورا ہونے اور میرے ساتھ سلطانہ کی شادی ہونے سے پہلے تم دیکھو گے کہ خون
کی ندیان بہ رہی ہین قتل و غارت کا طوفان بپا ہے۔ پلرمو کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے
اور تمام شہر دن مین خاک اڑ رہی ہے۔ مکان لٹ گئے ہین۔ عمارتین منہدم ہو گئی ہین۔ اور
لوگ ہلاک ہو گئے ہین ہان یہ سب ہو گا۔ اور میری اور ضیا کی تمناؤن کے ساتھ تم سارے
صقلیہ کو خاک مین ملاؤ گے ؟"

الفانسو کی اس پرجوش تقریر کا فرنان پر بڑا خوفناک اثر پڑا۔ دل مین وہ سہم
گیا کہ اگر بادشاہ نے ایسا ہی کیا جیسا کہتے ہین تو قیامت بپا ہو جائے گی۔ جھک کے زمین
چومی اور کہا حضور خدا کے واسطے اپنا غصہ فرد کرین۔ اور ملک کے بیگناہون کے حال پر ترس
کھائین۔ حضور کی رعایا پروری سے مجھے امید ہے کہ جیسا کہتے ہین ویسا کرنے کا ارادہ
نہ کرین گے۔ اور میری بیٹی کے عشق مین وہ سختیان نہ کرین گے۔ جو حضور کی شان رعایا
پروری سے بعید ہین ؟"

الفانسو: جس قیامت کو اپنے کرتوتون سے تم نے بلایا ہے رک نہین سکتی۔ بے آئے نہ رہے
گی۔ آئے گی۔ اور ضرور آئے گی ؟"

فرنان: اگر حضور انصاف فرمائین تو غلام نے جو کچھ کیا ہے حضور کی خیرخواہی مین
کیا ہے۔ اور اگر مرکیس کے ساتھ ضیا کا عقد کر دیا تو یہ بھی اسی خیال سے کیا کہ اسے بھی
حضور کے غلامون اور جان نثارون مین شامل کر دون ؟"

الفانسو: آہ! اسی مجرمانہ خیرخواہی نے میری زندگی بے مزہ کر دی۔ جب سے اس شادی
کا حال سنا ہے ایسی پریشانی و تشویش اور غیظ و غضب مین ہون کہ خدا جانے اس کا کیا انجام
ہوگا۔ اور رنج و اندوہ اور یاس کے عالم مین مین جو نہ کر گذرون تعجب ہے۔ بغیر اسکے کہ مجھے خبر کرو
تمھین میرے معاملات مین دخل دینے کا کیا حق تھا ؟ کیا مین بزدل تھا ؟ کہ باغی و سرکش
امرا سے ڈرتا۔ اور ان پر سزا نہ جاری کرتا ؟"

فرنان: میرے سوا سلطانہ نے بھی خود آ کے ضیا کو بتایا اور یقین دلایا کہ حضور خود ان پر
فریفتہ ہین۔ اور شادی کا مضبوط وعدہ کر چکے ہین۔ انھین نے ضیا کو شادی پر مجبور کیا۔

اور اپنے سامنے اور خاص اپنے اہتمام سے شادی کی۔"
الفانسو۔ (چونک کے) "کیا! تم سلطانہ کی سازش مین شریک ہو؟ اور تمھین سادہ دل ضیا کو اس فاحشہ و فاجرہ سے ملاتے شرم نہ آئی؟ خیر اب تو صاف کھل گیا کہ تم میرے نہین سلطانہ کے خیر خواہ ہو۔ اور اس کے کامیاب کرانے کے لیے میرے خلاف سازش کر رہے ہو۔"
یہ سنتے ہی فرنان کا خون خشک ہو گیا۔ ڈرا۔ کہ ایسا نہ ہو اس انتقام مین بادشاہ میری جان کا بھی خواہان ہو جائے بے اختیار زمین پر گر کے عاجزی سے قسمین کھانے لگا کہ مین نے آج تک کوئی امر اپنے نزدیک حضور کی بد خواہی کا نہین کیا۔"
الفانسو۔ "اپنے نزدیک نہ کیا ہو مگر حقیقت مین تم نے مجھ سے دشمنی کی۔ تم میرے نہین سلطانہ کی بہی خواہ ہو۔ اور اسی کی خواہش تم نے پوری کی۔ تمھاری جگہ اور کوئی ہوتا تو مین ابھی اس کی کوئی دشمنی نہ اٹھا رکھتا۔ مگر تم نے مجھے پالا ہے پرورش کیا ہے۔ اور مجھ پر تمھارے حقوق ہین۔ لہذا تمھین بجائے آزار پہونچانے کے مین خود اپنے سر مصیبت لینے کو ترجیح دیتا ہون اگر مین ایسا ہی ذلیل و خوار ہون۔ ایسا ہی نالائق ناکارہ ہون کہ تمھاری بیٹی کا شوہر ہونے کے قابل نہ تھا تو پھر مین اس ملک و دولت اور تاج و تخت سے بھی دست بردار ہوا جاتا ہون اپنی تمنا شوق سے پوری کرو۔ اور جسے چاہو اپنا بادشاہ بنا لو۔ جو سلطنت دل و جگر کو صدمہ پہونچا کے اور رنج و الم مین مبتلا کر کے دیجائے مجھے نہین منظور ہے مین اس سے باز آیا مجھے ضیا چاہیے ملک نہین چاہیے۔"
فرنان۔ "یون حضور غلام پر جس قدر چاہین خفا ہون لیکن یہ حضور کو معلوم ہے کہ بغیر سلطانہ سے شادی کیے ملک نہین مل سکتا تھا۔ اور میری آرزو یہی تھی کہ حضور بادشاہ ہون ایسی حالت مین سوا اس تدبیر کے مین اور کیا کر سکتا تھا؟"
الفانسو۔ "مرحوم چچا کو ایسی وصیت کرنے کا حق ہی کیا تھا؟ ان کے بھائی کارلوس نے جب انھیں ولیعہد بنایا ہے تو کیا ان کے لیے کوئی ایسی شرط لگائی تھی؟ خوب یاد رکھو کہ مین ضیا کے حاصل کرنے کی کوشش مین کوئی بات نہ اٹھا رکھون گا۔ جو خیال مین آئے گا کر دون گا۔ اور جب تمھاری سازش سے مجبور ہو جاؤن گا تو تاج و تخت کو لات مار کے یہان سے چلا جاؤن گا۔ اور کسی خانقاہ مین بیٹھ رہون گا۔"
فرنان نے التجا و زاری سے بادشاہ کو ان ارادون سے روکا۔ اور گفتگو کو

زیادہ طول ہوتے دیکھ کے پھر ادب سے زمین چومی اور ہاتھ باندھ کے کہا "خیر! اب جو کچھ ہوا غلام مانتا ہے کہ میرا قصور تھا! اور یہ حضور کی محض رحم دلی و مرحمت ہے جو اپنے اس قصور کی سزا سے غلام بچ گیا۔ لیکن اب نہایت ہی عاجزی سے التماس ہے کہ غلام کی انھیں حقوق کا خیال کر کے جن کی وجہ سے غلام کی جان بخشی کی گئی ہے غلام کے داماد کے بارے میں بھی رہائی کا حکم دیا جائے"۔

الفانسو:۔ (دیر تک غور کر کے اور سرنگون رہ کے) "اچھا میں اسے چھوڑ دوں گا تم گھر جاؤ۔ دم بھر میں وہ پھر بچ جائے گا"۔

یہ الفاظ سن کے فرنان کو اطمینان ہو گیا۔ اور آداب بجا لا کے واپس جانے کو تھا کہ الفانسو نے کہا "تمہارے قصر کے جن کمروں میں میں رہتا تھا وہ اب بھی میرے قبضہ میں رہیں گے۔ میرا پرانا آدمی لیگا نو وہاں رہا کرے گا۔ اور وقتاً فوقتاً میں وہاں آ کے تنہائی و عزلت گزینی کی زندگی بسر کیا کروں گا"۔

فرنان:۔ سارا مکان حضور کا ہے۔ اور حضور کو اس کے متعلق پورا اختیار ہے"۔

الفانسو:۔ میرا بچپن کا عہد اور عمر کا بیفکری کا زمانہ اسی مکان میں گزرا ہے۔ اور جب افکار سے الگ ہو کے خاموش بیٹھنا چاہوں گا وہیں آیا کروں گا"۔

فرنان:۔ حضور کی رونق افروزی ہم سب کے لیے باعث فخر اور سرمایۂ ناز ہو گی"۔

یہ کہہ کے وزیر چلا گیا۔ اور الفانسو سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟ سوچتے سوچتے دل میں یہ بات آئی کہ آج رات کو پھر ضیا سے مل لوں تو فیصلہ کروں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اس ارادے کے ساتھ ہی اس نے کہا "تو پھر آج کسی کو نہ چھوڑنا چاہیے تاکہ ضیا مجھے تنہا ملے۔ اور میں اس سے اطمینان کے ساتھ باتیں کر سکوں"۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ باوجود وزیر فرنان سے وعدہ کر لینے کے مرکیس کی رہائی ملتوی رہی۔

پندرھواں باب

شرافت و عشق کا مقابلہ

مرکیس کو گرفتار ہونے سے قبل ضیا کی خادمہ مثلڈا سے معلوم ہو گیا تھا کہ شاہ الفانسو ضیا کا عاشق ہے اور دونوں میں بڑے بڑے عہد و پیمان ہو چکے ہیں گرفتاری

کہ ساتھ ہی یقین آگیا کہ مین صرف اس لیے گرفتار کیا گیا ہون کہ شاہ الفانسو ضیا پر عاشق ہے۔ اور وہ مجھے اس کا شوہر نہین دیکھ سکتا۔ وزیر فرزان نے قصر شاہی سے واپس جاتے وقت اسے اطلاع دیدی تھی کہ بادشاہ نے تھوڑی دیر مین تمھارے رہا کرنے کا وعدہ کیا ہے مین اپنے مکان پر جاکے تمھارا انتظار کرتا ہون۔ اس اطلاع کے بعد وہ بڑی بے صبری سے رہائی کے حکم کا منتظر تھا۔ جو جو وقت گزرتا جاتا تھا اسکی بے صبری بڑھتی جاتی تھی۔ آخر اُسے یقین ہو گیا کہ مین نہ چھوڑا جاؤن گا۔ دل مین رشک کی آگ لگی ہوئی تھی انگارون پر لوٹ رہا تھا اور بار بار قسم کھاتا تھا کہ رہائی پاتے ہی خدا نے چاہا تو بادشاہ سے اس کا انتقام لونگا۔

بیٹھے بیٹھے دل مین خیال گزرا کہ آج رات کو شاہ الفانسو میری بی بی سے جاکر ضرور ملے گا۔ آہ! اس گھڑی سے پہلے مین مر کیون نہین جاتا۔“ اس جوش مین حد سے زیادہ بیتاب و بیقرار ہو کے داروغۂ قیدخانہ کو بلایا۔ اور کہا ”تم آج صبح تک میرے ماتحت اور میرے تابع فرمان تھے اور اس وقت مین تمھارے ہاتھ مین اسیر اور تمھاری نظر عنایت کا امیدوار ہون“

داروغہ: ”آپ بجا فرماتے ہین مجھے بھی اس کا بڑا افسوس ہے۔ مگر حضور جہان پناہ کے حکم سے مجبور ہون“

مرکیس: ”شاید تم کو اس کا یقین ہو گا کہ کسی نہ کسی دن مجھے رہائی ضرور ملے گی میرے خسر وزیر فرزان کی سفارش بے نتیجہ نہین رہ سکتی اور چھوٹتے ہی مین پھر وہی تمھارا افسر اور وزیر فوج ہو جاؤن گا“

داروغہ: ”بے شک! اس مین کیسے شک ہو سکتا ہے؟“

مرکیس: ”تو میرے حال پر اتنی عنایت کرو کہ رات بھر کے لیے مجھے گھر جانے کی اجازت دیدو۔ صبح ہوتے ہی مین خود ہی حاضر ہو کے بیڑیان پہن لون گا“

داروغہ ۔ (تامل سے) ”یہ نازک معاملہ ہے اگر جہان پناہ کو خبر ہو گئی تو میری کھال کھچوالین گے“

مرکیس: ”اُنھین خبر ہی کیون ہونے لگی؟ اور اس عنایت کے عوض مین جو کہو مین دینے کو تیار ہون“

داروغہ: ”آپ کو کچھ دینے لینے کی ضرورت نہین ہے مین صرف انجام کا خیال کر کے ڈرتا ہون مگر خیر جو کچھ ہو مین آپ کی خواہش پوری کرون گا۔“ یہ کہہ کے رات ہوتے ہی اندھیرے مین

اس نے مرکیس کی زنجیرین کھولدین اپنا گھوڑا دیا۔ اور کہا "آپ اس پر سوار ہو کے چلے جائین۔

مرکیس نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کے اسے ایڑ بتائی تو وزیر قرنان کے قصر مین کھڑا تھا۔ وہان وہ ایسی خاموشی سے گیا کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائی چھپ کے مشلڈا سے ملا۔ اور کہا "دیکھو میرے آنے کا حال تمھاری بی بی کو یا کسی اور کو نہ معلوم ہو۔ تم مجھ پر اتنا احسان کرو کہ سب کی آنکھ بچا کے مجھے چپکے سے ضیا کے حجلۂ عروسی مین پہونچا دو۔ مین وہان چھپا رہون گا۔ اور کسی کو کانون کان خبر نہ ہو گی" مشلڈا موقع دیکھ کے اور سب کی نظر بچا کے اُسے ضیا کے خاص منقش کمرے مین نکال لے گئی اور وہ مسہری کے نیچے چھپ کے بیٹھ رہا۔ اپنے تمام اسلحہ بھی پاس رکھ لیے کہ وقت پہ کام آئین۔

اسے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ضیا اور اسکی دایہ ماریہ آئین۔ ضیا اسی طرح غمگین تھی۔ بات بات پر آنسو نکل آتے تھے۔ اور ماریہ سمجھاتی تھی کہ جب آپ نے شاہ الفانسو کو صاف جواب دیدیا۔ اور دل مین ٹھہرا لی کہ اپنے دولھا مرکیس ہی کی وفادار بی بی بن کے رہیے گی تو پھر رو رو کے آپ کو کیون ہلکان کیے ڈالتی ہین؟"

ضیا: "رونے کو تو مین اب عمر بھر روؤن گی۔ ابا جان کے کہنے سے دل پر جبر کر کے مین نے مرکیس وزیر سے شادی تو کر لی مگر اس کا اقرار نہین کیا کہ الفانسو کی بیوفائی کا شکوہ بھی نہ کرون گی۔ یہ صدمہ تو جبتک دم مین دم ہے نہین جا سکتا"

ماریہ: "مگر اب آپ نے مرکیس کے ساتھ شادی کی ہے تو اسی طرح نباہیے بھی۔ جس طرح شریف بی بیان شوہر سے نباہا کرتی ہین ان کی باتون مین دل بہلائیے ہنسیے بولیے۔ ان کو خوش کیجیے۔ اور خوش ہو جیے"

ضیا: "کیا تم سمجھتی ہو کہ شادی مین نے خوش ہونے اور زندگی سے لطف اُٹھانے کے لیے کی ہے؟ یہ تم بالکل غلط سمجھی ہو مین نے تو فقط اس خیال سے اور اتنی بات کے لیے یہ شادی کی ہے کہ دوسرے مرد کو اپنے پہلو مین بٹھا کے الفانسو کو جلاؤن۔ یہی مشورہ سلطانہ نے دیا تھا۔ اور اسی خیال سے مین نے شادی کی ہامی بھری۔ دل لگانا ہوتا تو مین ایک انجان شخص سے جس کی صورت ایک ہی آدھ بار دور سے دیکھی تھی جس سے نہ ملاقات تھی نہ کسی طرح کا انس تھا۔ یون بے سوچے سمجھے کیون شادی کر لیتی؟"

اتنے مین سلطانہ آگئی۔ اور ضیا کو ہاتھ پکڑ کے اٹھایا۔ اور کہا۔ "لے اب چلو کھانا کھالو۔ کل تم رات کو بھی بھوکی پڑی رہین۔ آج مین تمھین بے کھلائے نہ رہون گی"

ضیا: "مجھے تو اس وقت بھوک نہین ہے۔ آپ کھا لیجیے۔ میرا جب جی چاہے گا مین بھی کھا لون گی"

سلطانہ: "مین نہ مانون گی! اس وقت تو تمھین میرے ساتھ کھانا پڑے گا"

ضیا نے پھر عذر کیا۔ مگر سلطانہ نے ایک نہ سنی۔ اور زبردستی اپنے ساتھ لے گئی۔ کھانے کے کمرے مین غذا کے بعد بھی دونون مین دیر تک باتین ہوتی رہین۔

سلطانہ: "میرا جی چاہتا تھا کہ تمھاری جگہ مین تمھاری صورت بنا کے لیٹتی۔ اور جب بادشاہ الفانسو آتے ان سے باتین کرتی"

ضیا: "میرا تو اس مین کچھ حرج نہین ہے۔ مگر تم کو وہ پہچان گئے تو غضب ہی ہو جائے گا"

سلطانہ: "مین ایسا روپ نہ بھرون گی کہ وہ پہچان سکین۔ مین تو اپنی آواز بھی بدل سکتی ہون"

ضیا: "آخر تم ان سے کیا باتین کرتین؟"

سلطانہ: "مجھے اس مین بڑا مزا آتا۔ اور پتہ لگا لیتی کہ اب انھین سچی محبت کس سے ہے؟ مجھ سے یا تم سے؟"

ضیا: "بات تو مزے کی تھی مگر میرے کمرے مین نہین مناسب ہے"

سلطانہ: "مجھے تو بڑی حیرت یہ ہے کہ وہ آتے کدھر سے ہین؟"

ضیا: "یہی حیرانی مجھے بھی ہے؟"

سلطانہ: "اچھا تمھین یہان نہین منظور ہے تو مین اور کہین ان سے مل لون گی"

رات زیادہ آچکی تھی سلطانہ نے رخصت ہو کے کہا "اب بہن جاتی ہین زندگی ہے تو پھر کل ملین گے!" اسکے جانے کے بعد ضیا حسرت و اندوہ کے ساتھ اپنے کمرے مین مسہری پر آکے لیٹ رہی۔ اور انتظار کرنے لگی۔ کہ الفانسو آئین تو انھین ان کی ذلیل رقابت پر الزام دون۔ اسی انتظار مین کوئی ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اور لیٹے لیٹے ضیا کی آنکھین جھپکنے لگی تھین کہ یکایک کچھ کھٹکا ہوا۔ گھبرا کے آنکھین کھول دین۔ اور دیکھا کہ شاہ الفانسو سرہانے کھڑا ہے۔ ضیا اسے دیکھتے گھبرا کے اٹھ بیٹھی۔ اور الفانسو نے

نہایت ہی بیتابی کے ساتھ اسکے قدموں پر سر رکھ دیا۔ پھر اٹھ کے کہا۔ اے ہوش نازنین میرے جو کچھ عذر ہین وہ سن لو پھر مجھ پر بدگمانی کرنا۔ تمھارے شوہر کو فقط اس خیال سے آج روک رکھا کہ مجھے تم سے آزادی کے ساتھ ملنے اور باتین کرنے کا موقع مل جائے تاکہ جی کھول کے اپنی کہون اور تمھاری سنون۔ اپنے دل کا سارا حال تم پہ آشکارا کر دون خدا کے لیے میری التجا سن لو۔ اپنے وصال سے محروم کرکے تم نے مجھے ایسی مصیبت اور ایسے رنج والم مین مبتلا کر دیا۔ جس کے ظاہر کرنے کے لیے میرے پاس زبان نہین ہے یقین جانو کہ مین نے ذرا بھی بدعہدی نہین کی۔ تمھارے والد نے جب مجھے سلطانہ کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا تو مین نے فقط ایک پالسی اور حکمت عملی سے اس کے ساتھ الفت ظاہر کر دی ورنہ اس کمبخت کی صورت سے مجھے نہایت ہی نفرت ہے۔ یہ سن کے شاید تم برا مانو۔ مگر سچ کہتا ہون کہ ساری آفت تمھارے ابا جان کی لائی ہوئی ہے۔ اسی گھڑی سے ہر وقت اسی فکر مین تھا کہ کسی طرح تم سے مل کے اصل حقیقت بیان کرون اور تمھارے ساتھ شادی کرنے کی کوئی تدبیر نکالون۔ مگر آہ! مین اسی فکر مین لگا رہا۔ اور میری بدقسمتی سے تم نے مرکیس سے شادی کر لی۔ جس کا تمھارے اور میرے دونون کے لیے زندگی بھر کف افسوس ملنے اور قسمت پر رونے کے سوا اور کچھ نتیجہ نہ ہوگا۔"

ضیا: مگر تم نے خاص میرے سامنے جو سلطانہ پہ عشق ظاہر کیا اور شادی پر پوری آمادگی ظاہر کی اس کا کیا جواب ہے؟ اگر تمھارے دل مین اس کے خلاف باتین تھین تو تم نے مجھے بتا کیون نہ دیا کہ یہ فقط ظاہر داری کے لیے تھا؟ اور میری تمھاری محبت مین کوئی فرق نہین آیا ہے؟"

الفانسو: بتانے ہی کی تو مہلت نہین ملی۔ تمھارے والد جنھون نے میری خوشیون کو خاک مین ملا دیا۔ اسی وقت تمھین ہٹا لے گئے۔ اور پھر اس کے بعد میرے پاس لوگون کے آنے کا ایسا تانتا بندھا کہ آدھی رات کے بعد میری جان چھوٹی اور اسی وقت مین تمھین خبر کرنے کو آیا مگر کسی غیر کی تلوار لڑتے دیکھ کے واپس چلا گیا۔"

ضیا: خیر مین نے مان لیا کہ اس مین تمھارا قصور نہ تھا۔ مگر اب میرے مان لینے سے کیا ہوتا ہے؟ قسمت پلٹ چکی۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ اور مین مرکیس کی ہو گئی۔ مگر سچ سچ بتاؤ کیا حقیقت مین تمھین سلطانہ سے محبت نہین ہے؟

الفانسو: مطلق نہین۔ بلکہ مجھے تو اس کمبخت کی صورت سے نفرت ہے۔"
ضیا: تو کیا تم آیندہ بھی اس سے محبت نہ کر سکو گے؟ تھوڑے دنون کی صحبت اور میل جول سے کچھ نہ کچھ انس پیدا ہی ہو جائے گا۔"
الفانسو: ہرگز نہین۔ جس عورت کی مان نے میرے باپ کو قتل کرایا۔ جو انتہا درجے کی بدکار اور فاحشہ ہے اس سے بھلا محبت ہو سکتی ہے؟ اس سے تو روز بروز نفرت بڑھتی جائے گی۔"
ضیا: مگر اس سے شادی کرنے پر تو تم مجبور ہو؟ اقرار کر چکے ہو سلطنت اسی شرط پر ملی ہے۔ اور یہ شرط نہ پوری ہوئی تو سارے امراے دربار خلاف ہو جائین گے۔ جن کے سامنے تم نے شادی کا اقرار کیا ہے۔ وہ بغاوت کر دین گے۔ یہ تاج و تخت چھن جائے گا۔ اور مین خوش ہون گی کہ جس چیز کی ہوس مین تم نے مجھے چھوڑا تھا وہ بھی نہ نصیب ہوئی۔"
الفانسو: مجھے اب سلطنت کا شوق ہی نہین۔ جو چیز تمھین چھوڑ کے ملے اسے نہین چاہتا۔ لیکن اگر تمھارے والد کی ایسی چالاکیان سب نے کین تو اور بات ہے۔ ممکن ہے کہ کسی اخلاقی کمزوری سے مین اس کو اپنی جورو بنا لون۔ مگر زندگی بھر میرے حق مین وہ عذاب کا فرشتہ رہے گی۔"
ضیا: اور مین یہی چاہتی ہون۔ تاکہ جس طرح میری زندگی خراب ہوئی ہے۔ جس طرح مین ایک ناآشنا اور غیر محبوب شخص کے ساتھ زندگی کاٹنے پر مجبور ہوئی ہون اسی طرح تم بھی زندگی بھر اسی کے ساتھ نباہنے پر مجبور رہو جس کی ہر بات اور ہر حرکت سے تم کو آزار پہونچا کرے۔"
الفانسو: آہ! ضیا میری بیگناہی ثابت ہونے پر بھی تم میرے حال پہ مہربان نہین ہوتین!"
ضیا: تمھاری بیگناہی کا اب یقین بھی آیا تو کیا کر سکتی ہون؟ سوا زیادہ صدمہ ہونے اور زندگی بھر پچھتانے کے اس سے کیا حاصل ہو گا؟ قسمت میری ہی دشمن تھی۔ مجھے یقین دلا دیا گیا اور مین نے یقین کر لیا کہ دولت کے نشہ مین تم مجھ کو بھول گئے اور اسی غصہ مین مین حسد کے انگارون پہ لوٹ رہی تھی کہ ابا جان مر گئے

ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا۔ پہلے مین نے بالکل انکار کیا۔ مگر جب سلطانہ آکے میری دوست نہین۔ اور اُنھون نے یہ پہلو سمجھایا کہ اب تم سے انتقام لینے کی یہی صورت ہی کہ مین مرکیس سے شادی کرکے تم کو ستاؤن تو مین اس پر راضی ہو گئی۔ ادھر ابا جان نے کہا کہ وہ مرکیس کو قول دیچکے ہین۔ اور مین نے خیال کیا کہ صقلیہ کے شامت زدہ امیرون مین لڑکی عشق و محبت کے بارے مین مان باپ کی لونڈی ہی۔ اور اپنے اوپر اختیار نہین رکھتی۔ غرض کچھ ایسی باتین جمع ہو گئین کہ مین مرکیس سے نکاح کرنے پر مجبور ہو گئی۔ میرے قبول کرتے ہی ابا جان اور سلطانہ نے اسی گھڑی مجھے گرجے مین لیجا کے نکاح کرا دیا۔ اب اپنے کیے پر پچھتاتی ہون۔ مگر پچھتانا بے سود ہے۔ تم بھی اب میری اس بیوفائی کا مجھ سے یون انتقام لو کہ مجھے بھول جاؤ ''

الفانسو۔ (جوش و خروش کی بلند آواز سے) ''آہ دل پر قابو نہین یہ اختیار سے باہر ہی''

ضیا۔ (ایک ٹھنڈی سانس بھر کے) ''اب یہی مناسب ہی کہ ہم تم دونون دل پر جبر کرکے ان خیالون کو دبائین۔ اور پرانی باتون کو بھول جائین''

الفانسو'' تمھارے اختیار اور بس مین ہی کہ مجھے اور میری محبت کو بھول جاؤ؟''

ضیا'' نہین! اختیار مین تو نہین ہی۔ مگر جہان تک بنے گا اس ظالم دل کو روکون گی۔ تمھارا سامنا کرنے سے بچون گی۔ اور جوش کو دباؤن گی''

الفانسو'' مگر مجھے صبر نہین آسکتا مین تو دل کو روک سکتا ہون اور نہ جوش کو دبا سکتا ہون جب بیقراری بڑھے گی تمھاری زیارت کو دوڑا آؤن گا۔ اور یہ ملنا جلنا مرتے دم تک نہ چھوٹیگا''

ضیا۔ (دل کو مضبوط کرکے اور طیش کے ساتھ) ''یہ نہین ہو سکتا۔ مین دوسرے کی جورو ہو چکنے کے بعد تم سے مخفی تعلقات نہین رکھ سکتی۔ اور خوشامد و التجا سے کہتی ہون کہ اب یہان آنے کا قصد نہ کرنا''

الفانسو'' (ایک آہ فلک دوز کھینچ کے) ''آہ سنگدل نازنین! محض اپنے موہوم ارادۂ ضبط کی بنا پر تم اس عاشق جانباز کو اپنے دیدار سے روکتی ہو جو تمھارے عشق مین نیم جان ہو رہا ہے۔ اور بچپن سے تم پر مٹا ہوا ہے؟''

ان باتون سے خصوصاً الفانسو کا آخری فقرہ سُن کے ضیا کو اپنی بیحرمتی کا خیال آیا۔ اور طیش کے ساتھ بولی'' کیا تمھارے دل مین ہی کہ مین اب بھی تم کو

اپنا عاشق بنا نا پسند کرون گی؟ یہ خدا کی قسم نہ ہوگا۔ اگر تقدیر نے یہ نہین پسند کیا کہ مین صقلیہ کی ملکہ ہون تو یہ بھی نہین ہو سکتا کہ اپنے شوہر سے بیوفائی کرون۔ اور اسکی مجرم بنون۔ مرتبہ اور عزت مین بھی وہ کم نہین ہے۔ خاندان مین تمھارے برابر ہر تمھارے ہی دادا کی اولاد سے ہے۔ اسی درجہ کا وہ بھی ہے جس درجے کے تم ہو فرق ہے تو فقط اتنا کہ تم بادشاہ ہوا ور وہ وزیر ہے۔ مین ہاتھ جوڑ کے کہتی ہون کہ بس اب یہان سے چلے جاؤ۔ میری آبرو نہ لو"

الفانسو۔ (جوش مین آکے اور آپے سے باہر ہو کے) "او بے رحم ظالم! مجھ پر یہی ظلم کیا تھوڑا ہے کہ تو مرکیس کی جورو ہو گئی۔ جو اب میرے ساتھ یہ ظالمانہ سلوک بھی کر رہی ہے! اور اسکی بھی روادار نہین کہ اس پیاری صورت کو سامنے کھڑے ہو کے حسرت سے دیکھ بھی سکون؟ اور آنکھون ہی آنکھون تیرے باغ حسن مین گلچینی کرون؟ اب میری تسلی کے لیے فقط یہ دیدار رہ گیا ہے۔ اور تو اس سے بھی روکتی ہے!"

بادشاہ کا یہ جوش دیکھ کے ضیا کا بھی دل بھر آیا۔ آنسو پونچھنے لگی جو آنکھون مین ڈبڈبا آئے تھے۔ اور بولی "آہ! قسمت مین یہی لکھا تھا۔ اور تقدیر نے یہی فیصلہ کر دیا ہے بس بس جائیے خدا کے لیے جائیے۔ آپ کو دیکھ کے میرے دل مین الفت کا جوش بڑھتا اور خفقان ہونے لگتا ہے۔ بچپن کا زمانہ اور اسوقت کی ساری باتین نظر کے سامنے آجاتی ہین۔ اور میرے دل کی وہ حالت ہوئی جاتی ہے جو خدا نہ کرے کہ کسی عاشق کے دل کی ہو۔ آہ کیا کرون؟ بے بس ہون! ہاتھ جوڑ کے للہ جاؤ۔ اور میرے دل مین جذبات و خیالات کا جو ہنگامہ مچا ہوا ہے۔ اس سے مجھے نجات دو۔ یہ شرافت اور عشق کا مقابلہ ہے۔ اور خدا کے لیے ایسا نہ کرو کہ مین عشق کے جوش مین شرافت کو بیچ دون"

یہ کہتے ہی رخصت کا بہانہ پیدا کرنے کے لیے شمعدان میز پر سے گرا دیا شمع گرتے ہی گل ہو گئی۔ اور وہ بادشاہ سے یہ کہہ کے کہ "مین شمع روشن کرنے جاتی ہون۔ آپ تشریف لے جائین۔ اور پھر یہان آنے کا ارادہ نہ کرنا" بغیر الفانسو کو جواب کا موقع دیے کمرے سے نکل کے چلی گئی۔ مگر پھر الفانسو نے پکارتے ہی کہا کہ "مین ابھی نہین جاؤنگا۔ جلدی آنا"

سولھوان باب

نارضامندی کی شادی کا انجام

مرکیس مسہری کے نیچے چھپا ہوا یہ سب باتین سن رہا تھا۔ اور دل کی عجیب حالت تھی سیکڑون بار جی مین آیا کہ تلوار لے کے نکل پڑے اور اسی وقت بادشاہ سے انتقام لیلون مگر دل کو روکتا اور خیال کرتا کہ اب یہ یہان سے زندہ تو نہین جا سکتا۔ پھر مین ان دونون کے تعلقات کیون نہ معلوم کر لون؟ اور اپنی جورو کا اظہار خود اسکی زبان سے کیون نہ سن لون؟ جس وقت الفانسو کے الفاظ سنتا دل قابو سے باہر ہونے لگتا۔ تلوار کے قبضہ کو مضبوط پکڑ لیتا۔ اور نکل پڑنے کے جوش کو مشکلون سے روکتا۔ جب ضیا کی باتین سنتا تو کبھی اسکے حال پر ترس کھاتا۔ کبھی غضبناک ہو جاتا اور چاہتا کہ نکل کے ایک ہی تلوار مین اس بیوفا عورت کا خاتمہ کر دے۔ مگر آخر مین جب ضیا نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ "اب مین اپنے شوہر کی وفادار بی بی ہوجاؤن گی۔ اور تم سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھون گی" تو مرکیس کی مردہ امید پھر جی اٹھی۔ خوش ہوا۔ اپنی خوش نصیبی پر ناز کیا۔ اور دل مین کہا "ظالم الفانسو! آخر مین تجھ سے جیتا" اب جو جو ضیا کی زبان سے اپنے شوہر کی وفادار بی بی رہنے۔ کسی قسم کی بے حرمتی نہ گوارا کرنے۔ اور اسے اپنے پاس آنے سے روکنے کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کی مسرت بڑھتی جاتی تھی۔ اور اپنی وفادار بی بی کا عاشق ہوتا جاتا تھا۔ یا تو اسی وقت دونون کی ابتدائی ابتدائی گفتگو سن کے اسے بار بار تاؤ آتا تھا کہ اسی دم تلوار کھینچ کے ان دونون عاشق و معشوق کی ہستی مٹا دے یا اب وہی گھڑی بعد یہ حالت تھی کہ با عصمت بی بی کے شمع رخ کا پروانہ تھا۔ اور الفانسو کا جانی دشمن۔ اور جو جو ضیا اس سے کہتی تھی کہ آپ جائیے۔ اور وہ نہین جاتا تھا۔ وہ تاکید کرتی تھی کہ اب پھر کبھی آپ میرے پاس نہ آئین اور وہ نہ مانتا تھا۔ مرکیس کا غصہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور صبر و ضبط کی قوت رخصت ہوتی جاتی تھی۔ یہانتک کہ ضیا نے شمع گل کرکے اس کو چلے جانے کی تاکید کی اور شمع روشن کرنیکے بہانے یہان سے چلی گئی۔ مگر الفانسو اب بھی نہ جاتا تھا۔ اور اس کا منتظر کھڑا تھا۔

اس وقت مرکیس نے دل مین کہا۔ بس یہی انتقام لینے کا وقت ہے۔ اندھیرے مین کسی کو خبر بھی نہ ہو گی۔ اور چپکے ہی چپکے شمع کیطرح اسکی زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا۔ تڑپ کے مسہری کے نیچے سے نکلا۔ اور چونکہ اندھیرا تھا اٹکل سے اسکی طرف بڑھ کے تلوار کا وار کیا۔ مگر تلوار خالی گئی۔ اور الفانسو نے سنبھل کے کہا۔ کون ہے جو اس دارالامان مین مجھ سے تلوار کھینچتا ہے؟؟"

مرکیس "بدکار ظالم یہ نہ سمجھ کہ تو اپنی اس مجرمانہ آرزو کو آسانی سے پورا کر سکے گا؟ ضیا کا شوہر جیوورہے۔ اور اگر زبردستی ضیا کی آبرو پہ حملہ کیا جاتا ہے تو وہ اُسکی حمایت کے لیے موجود ہے۔ سنبھل" یہ کہتے ہی پھر جھپٹ کے وار کیا۔ جسے الفانسو نے اپنی تلوار پہ لیا۔ اب دونون جان پہ کھیل گئے۔ اور اندھیرے ہی مین بغیر دیکھے اور بے تکان ایک دوسرے پہ حربے کرنے لگے۔ دونون زخمی ہوئے۔ مگر ابھی تک کسی پہ کوئی کاری وار نہین پڑنے پایا تھا۔ مرکیس زیادہ تیزیان دکھا رہا تھا۔ حریف پہ پلا پڑتا تھا۔ اور پوری قوت سے وار کرتا تھا۔ لیکن الفانسو صرف اسکے وار کو روک رہا تھا۔ اور حتی الامکان مرکیس کی جان لینے سے بچتا تھا۔ اس لیے کہ اسے ضیا کے خفا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس کے خلاف مرکیس کا یہ خیال تھا کہ لڑائی کا شور سن کے دم بھر مین سارے قصر والے یہین ہون گے۔ وزیر فرمان بھی آ پہونچے گا۔ پھر اس وقت بادشاہ پہ میرا زور نہ چلے گا۔ سب لوگ بیچ بچاؤ کر دین گے۔ مجھے خواہ مخواہ لڑائی سے ہاتھ روکنا پڑے گا۔ اور بادشاہ میرے خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ کسی کے آنے سے پہلے ہی اپنے زبردست رقیب کا کام تمام کر دون۔

اسی وضع اور شان سے دونون اندھیرے مین لڑ رہے تھے۔ اور مرکیس جان سے ہاتھ دھو کے حریف کیطرف بڑھتا جاتا تھا۔ یکایک دروازہ کھلا ضیا شمع ہاتھ مین لیے ہوئے اندر آئی۔ اور یہ ہنگامہ دیکھتے ہی ٹھٹھک کے اپنی جگہ پہ کھڑی ہو گئی۔ مرکیس نے پلٹ کے اسکی طرف دیکھا۔ اور ساتھ ہی اُسکے شانے پر الفانسو کا ایسا زبردست ہاتھ پڑا کہ سینہ تک کاٹ گیا۔ مرکیس خون مین نہا کے تیورا گیا۔ اور نیمجان ہو کے گر رہا تھا کہ ضیا نے شمع میز پہ رکھی اُسے دونون ہاتھون سے پکڑ لیا۔ اور سنبھالنے لگی۔ اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرنے کے عوض مرکیس ضیا سے لپٹ گیا۔ اسے اپنے

ساتھ ہے کے زمین پر گرا۔ اور بڑی پھرتی کے ساتھ کمر سے خنجر نکال کے اس کے سینے مین بھونک دیا۔ ضیا نے بے تحاشا ایک چیخ ماری۔ اور مرکیس نے کہا۔ "گھبرا نہین مین تجھے بھی اپنے ساتھ لیتا چلون گا۔ یہان نہ چھوڑون گا کہ تیرے حسن سے کوئی اور لطف اُٹھائے۔"
یہ سب کارروائی ایسی آناً فاناً مین اس طرح ہوئی کہ اگرچہ الفانسو نے فوراً بے اختیاری کے ساتھ جھپٹ کے ضیا کا پاؤن پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف کھینچ کے اسے مرکیس کی کمزور گرفت سے چھڑا لیا۔ مگر مرکیس اس کا کام تمام کر چکا تھا۔

اب جان بلب مرکیس نے الفانسو کیطرف دیکھ کے ناتوانی کی آواز مین کہا۔ "تو خوش نہ ہو کہ اپنے رقیب کو مار ڈالا۔ اس لیے کہ اس لڑائی مین دراصل مین ہی کامیاب ہون۔ ضیا کو مین ہی نے جیتا۔ وہ میری تھی اور مین ہی اُسے اپنے ساتھ لیے جاتا ہون۔ اور اس اطمینان و مسرت کے ساتھ دوسرے عالم مین جاتا ہون کہ میرے بعد تو کبھی خوش نہ رہے گا۔ تو ضیا کے غم مین زندگی بھر کانٹون پر لوٹے گا۔" اب درد اور ضعف کی شدت سے اس نے زبان روک لی۔ اور بالکل موت کے کنارے پہونچ کے باقی ماندہ قوت سے پھر کام لیا۔ اور کہا "اب مین اطمینان کی نیند سوتا اور ضیا کے وصل سے شادکام ہوتا ہون اور تو ضیا کی لاش پہ کھڑے ہو کے ماتم کر" یہ کہتے ہی دم توڑ دیا۔

الفانسو ان واقعات کو دیکھ کے مبہوت و ششدر تھا۔ خاموشی سے مرکیس کے آخری الفاظ سنتا رہا۔ اور پھر ضیا کیطرف جھک کے دیکھا کہ اس مین کسی قدر سانس باقی ہے یا نہین ضیا اپنی طرف دیکھتے دیکھ کے بولی۔ "الفانسو! میرے پاس نہ آ! مرکیس تو مجھ سے اطمینان پہ خوش ہوتا ہوا دنیا سے گیا ہے۔ مگر مجھے بڑی حسرت ہے کہ مین دنیا سے نامراد جاتی ہون اور تو بامراد ہے آہ! افسوس صد ہزار افسوس! تو دنیا مین خوش رہے گا۔ اور مین حسرت سے جان دیتی ہون۔ بس اب مجھ مین کچھ کہنے کی تاب نہین ہے جاتی ہون۔ اور دیکھون وہان کیا معاملہ پیش آتا ہے؟"

الفانسو جواب دینے کو تھا کہ "مین تمھارے بغیر خوش ہونا کیسا زندہ بھی نہین رہ سکتا" مگر قبل اس کے کہ اُس کی زبان سے کوئی لفظ نکلے ضیا کی روح پرواز کر گئی۔ یہ ایسا شدید صدمہ تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے الفانسو غم کو بھی بھول گیا۔ مگر چند منٹ کے بعد اُسے محسوس ہونا شروع ہوا کہ کیا ہو گیا۔ اب ساعت بساعت اسے زیادہ نظر آتا جاتا تھا

کہ ضیا کا مرجانا میرے لیے کیا چیز ہے۔ گریبان چاک کر ڈالا۔ اور نہایت ہی زور و شور سے سینہ کوبی کرنے لگا۔ چلا چلا کے روتا تھا۔ اور پکارتا تھا کہ "آہ کوئی آ کے مجھے مار ڈالے"!

اتنے مین کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور بہت سی مشعلون کے ساتھ وزیر فرزان اور قصر کے بیسیون زن و مرد کمرے مین گھس پڑے۔ زمین پر خون کا سیلاب بہتے دیکھ کے وزیر ٹھٹکا۔ اور متحیر ہو کے کہا "یہ خون کیسا؟ اور یہ لاشین کس کی ہین؟ این! میرا داماد مرکیس؟ اور ادھر کون ہے؟ آہ میری لاڈلی بیٹی ضیا!" ان الفاظ کے ساتھ ہی سر پہ ایک دوہتڑ مارا۔ پھر اس کے منہ سے بے اختیار ایک چیخ کی آواز نکلی۔ فوراً ہی الفانسو پہ نظر جا پڑی جو خون آلود تلوار ہاتھ مین لیے کھڑا تھا۔ طیش کھا کے چلایا "ہائے الفانسو! مین یہ نہین جانتا تھا کہ سانپ کو آستین مین پال رہا ہون۔ افسوس! صد افسوس! یہ نہین امید تھی کہ میری بیٹی اور میرے داماد کا خون تیرے ہاتھ سے ہوگا۔ تو نے میرے خاندان کا چراغ گل کر دیا ہے تو آ مجھے بھی مار ڈال۔ یہ حسرت بھی نکال لے۔ آہ! یہ صدمہ نہین برداشت ہو سکتا۔ مین اب نہ جیون گا۔ آ بڑھ اور مجھے قتل کر! انتظار کس بات کا ہے؟"

الفانسو۔ (تلوار کو ہاتھ سے پھینک کر) "او بدقسمت وزیر اپنے اعمال کا انجام دیکھ! اس تلخی کا مزہ چکھنے کے لیے ابھی جی! مین بھی جیون گا۔ اور تو بھی جی! دیکھ کہ مجھے سلطنت دلوانے کے لیے تو نے جو کیا دیا ان کی قسمین ان کا کیا حشر ہوا؟ یہ تیرا ہی کیا تیرے سامنے آیا ہے۔ تیری تمنا بر آئی۔ تیری کوششین بار ور ہوئین۔ پھر روتا کیون ہے؟ ہان تو خوش ہو کہ تیری تمنا بر آئی۔ اور مین ہمیشہ کے لیے حرمان نصیب رہ گیا۔ مگر آہ! مین کیون زندہ ہون؟ کیا اس لیے کہ جیسا تیرا داماد کہہ کے مرا ہے مین ضیا کی لاش پر کھڑے ہو کے ماتم کرون؟ اور مرکیس کی روح خوش ہو؟ نہین یہ قیامت تک نہ ہوگا۔ مین بھی اپنی محبوبہ کے ساتھ جاؤن گا۔ آ او زہر! او مرکیس کی رقابت کا جھگڑا ابھی پاک کر دے۔ مگر نہین تو تلوار سے نہین بلکہ اپنی چالاکیون اور کیادیون سے جان لیتا ہے۔ اس کے لیے ایک زمانہ چاہیے اور تجھے موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر مین بے صبر ہون۔ انتظار نہین کر سکتا۔ وزیر اپنے لیے دوسرا بادشاہ ڈھونڈھ لے۔ اور دیکھ کہ تو نے تو ضیا کو مجھ سے چھڑا دیا تھا۔ مگر مین نے اسے نہین چھوڑا" یہ کہتے ہی الفانسو نے کمر سے خنجر کھینچ لیا۔ جو روشنی مین بجلی کی طرح چمکا۔ اور وزیر کی طرف دیکھ کے کہا "آہ! وزیر فرزان مجھ سے رخصت

مجھے معاف کر کہ جوش غم میں میں نے تیرے ساتھ گستاخیاں کیں جس شخص کو تو نے بیٹوں کی طرح پالا تھا وہ بالکل نااہل اور نالائق نکلا۔ اے دلچسپ قصر جو میری آرزؤں کا گہوارہ تھا تجھ سے رخصت! اے سلطنت صقلیہ تجھ سے رخصت! اے مصیبت بھری دنیا تجھ سے رخصت اور اے پرالم زندگی تجھے بھی خدا کو سونپا" یہ کہہ کر ہاتھ پھیلا کے ارادہ کیا کہ خنجر کو سینے پہ مارے کہ ناگہاں کوئی شخص دریچہ کے پیچھے سے نکل کے جھپٹا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

سترھواں باب

مردہ امید کا جی اٹھنا

یہ نیا شخص جس نے الفانسو کو خود کشی سے روکا ایک گلفام و نازک اندام عورت تھی الفانسو تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر فرزان اسکی صورت دیکھتے ہی چونک کے بولا" ایں! میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں! کیا مرنیکے بعد ضیا کی روح آئی ہے کہ الفانسو کو خود کشی سے روکے؟"

مرجانہ۔ (بڑھ کے) "ہاں ہاں یہ میری بی بی ضیا ہیں!"

فرزان۔ "آہ! ضیا کہاں! ضیا تو وہ مری پڑی ہے"

الفانسو۔ (جیسے خواب الم سے چونک کے اور جو عورت اس کا ہاتھ پکڑے تھی اسکو دیکھ کے) "کیا تو ضیا ہے! نہیں ضیا کو مرکیس اپنے ساتھ لے گیا جس زبردستی اور جور وستم سے وہ مرکیس کے حوالے کی گئی تھی اسی زبردستی اور جور وستم سے وہ اس کو عالم آخرت میں لے گیا لیکن عورت! تو ہے کون کہ تیری صورت بعینہ ضیا کی سی معلوم ہوتی ہے؟"

عورت۔ "ہاں میں ضیا ہوں؟"

فرزان۔ (کمال حیرت سے) "اور یہ زمین پر مردہ کون پڑا ہے؟ دیکھو وہ ضیا ہے کہ نہیں؟"

مرجانہ۔ "وہ شاہزادی سلطانہ ہیں؟"

الفانسو۔ "سلطانہ! سلطانہ یہاں کہاں؟"

مرجانہ۔ "جبھی وہ رات کو یہیں تھیں اور یہیں رہ گئیں"

الفانسو: "بالکل غلط۔ میں دھوکا نہیں کھا سکتا! یہ بھی معلوم ہوتا ہے وزیر قرنان کی کوئی چالاکی ہے جو مجھے پیاری ضیا کے ساتھ جانے سے روکتا ہے۔ مگر یہ نہ ہوگا۔"

مرجانہ: "حضور اصلی ضیا بی بی یہی جو آپ کے پاس کھڑی ہیں۔ اور وہ جو زمین پر پڑی ہیں بنی ہوئی ضیا ہیں۔"

قرنان: "کیا بکتی ہے؟ ضیا بھی کہیں بنائے بن سکتی ہے؟"

الفانسو: "خدا نے ایک ہی ضیا میں سارے کمالات صرف کردیے تھے۔ دوسری کے لیے کہاں سے آتے؟"

مرجانہ: "حضور مجھ سے سنیں۔ شاہزادی سلطانہ رات کو آئیں اور چاہتی تھیں کہ ضیا کے کپڑے پہن لے اور انھیں کا روپ بھر کے خواب گاہ کے کمرے میں بیٹھیں اور حضور سے ضیا کے بھیس میں گفتگو کریں۔ مگر ہماری بی بی نے اس کو نہیں پسند کیا تب وہ ہماری بی بی سے رخصت ہو کے میرے پاس آئیں اور کہا "مجھے ضیا کا سا بنادو۔ انھیں کے کپڑے پہنا دو۔ انھیں کے سے بال بناؤ۔ اور انھیں کا سا سنگھار کردو۔ میرا تو یہ کام ہی تھا۔ میں نے کئی گھنٹہ محنت کرکے انھیں ایسا بنادیا کہ کوئی لاکھ غور سے دیکھے نہ پہچان سکے۔ یہ روپ بھرنے کے بعد وہ کمرے کے دروازے کے پاس کان لگا کے کھڑی ہوئیں۔ اور دیر تک ہماری بی بی اور بادشاہ کی باتیں سنتی رہیں۔ اتنے میں ہماری بی بی ضیا شمعدان ہاتھ میں لیے ہوئے شمع روشن کرنے کو اپنے کمرے سے نکلیں اس وقت سلطانہ نے انھیں قسمیں دلا کے مجبور کیا کہ اب تھوڑی دیر کے لیے مجھے اندر جانے دو۔ بی بی نے مجبور ہو کے شمعدان ان کے ہاتھ میں دیدیا اور خود میرے کمرے میں آکے لیٹ رہیں۔ اور سلطانہ شمع روشن کرکے اندر گئیں۔"

ضیا: "جس وقت تک میں کمرے سے نکلی ہوں اس وقت تک تو میرے شوہر مرکیس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ میرے آتے ہی وہ خدا جانے کیونکر پیدا ہو گئے؟"

مشلنڈا۔ (ڈرتے ہوئے) "حضور یہ میرا قصور ہے! مرکیس نے قید خانے کے داروغہ کو اس پر راضی کر لیا کہ رات بھر یہاں آکے رہیں صبح ہوتے ہی جا کے پھر بیڑیاں پہن لیں۔ اور قیدی بنجائیں۔ اس راز کے چھپانے کے لیے وہ چپکے سے آئے اور اور ہمارے محل میں کسی کو خبر نہ ہوئی۔ یہاں تو وہ سیدھے میرے پاس آئے اور کہا

مین ابھی قیدی ہون۔ اور چھپ کے آیا ہون۔ تم مجھے اپنی بی بی کے سونے کے کمرے مین پہونچا دو۔ مگر اس طرح کہ اُن کو نہ معلوم ہو۔ مین نے اُن کا کہنا مان لیا۔ اور وہ کمرے مین پہونچتے ہی مسہری کے نیچے چھپ رہے"

ضیا:۔ تو اُنھون نے میری اور الفانسو کی سب باتین سنی ہون گی؟"

فرمان:۔ (جوش وخروش سے) "معلوم ہوتا ہے بادشاہ کو مرکیس کے موجود ہونے کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ تمھارے آتے ہی ڈھونڈھ نکالا۔ اور موقع پا کے مار ڈالا تاکہ دنیا رقیب سے خالی ہو جائے"

الفانسو:۔ "نہین میرے وہم وگمان مین بھی نہ تھا کہ مرکیس یہان موجود ہے۔ مین داروغہ قیدخانہ کو ایسا نمک حرام نہین جانتا تھا کہ اُسے گھر آنے کی اجازت دیدے گا وہ آخر تک دم سادھے پڑا رہا۔ اور جب ضیا شمع روشن کرنے کو باہر گئین تو نکل کے اندھیرے مین مجھ پہ تلوارین مارنے لگا۔ اور مین نے پوچھا کون ہے تو صاف اپنا نام ونشان بتا دیا اس پہ بھی مین اسکے حملون کو رد کرتا ہی رہا۔ اپنی طرف سے کچھ جوہ بھی نہین کیا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ اسکو آزار پہونچا تو ضیا کو ملال ہو گا۔ لیکن وہ برابر بڑھتا چلا آتا تھا۔ اور کوشش کر رہا تھا کہ کسی کے آنے سے پہلے ہی میرا کام تمام کر دے۔ اتنے مین ضیا شمع لے کے آئی۔ اور مرکیس نے پیچھے مڑ کے دیکھا اور اس وقت اتفاق سے اُس کے شانے پہ میرا ایسا وار پڑ گیا جو کاری تھا۔ میرا ارادہ نہ تھا کہ اسے مارون مگر موت اسکی قسمت مین لکھی تھی۔ پیورا کے گرنے لگا۔ ضیا نے شمع رکھ کے پکڑ لیا کہ گرنے نہ دے۔ مگر مرکیس بے تحاشا اسکے لپٹ گیا۔ اسے ساتھ لے کے گرا۔ اور گرتے ہی قبل اس کے کہ مین دیکھ سکون اپنا خنجر اس کے دل مین اُتار دیا۔ اور کہا "مین تجھے اپنے ساتھ لے چلون گا۔ یہ نہ ہو گا کہ کسی اور کے لیے چھوڑ جاؤن۔ اس وقت دنیا میری آنکھون مین سیاہ تھی۔ صدمہ تھا کہ مرکیس میری ضیا کو لے کے دوسرے عالم مین بھاگ گیا۔ اور تیار تھا کہ فوراً وہان پہونچ کے مین بھی اسے تلاش کرون اتنے مین اُس جان بلب مصنوعی ضیا نے مجھ سے کہا مرکیس تو بھولے اطمینان پر خوش ہوتا ہوا دنیا سے گیا مگر مجھے بڑی حسرت ہے کہ مین دنیا سے نامراد جاتی ہون اور تو بامراد ہے۔ ایسے ہی دو ایک فقرے کہے اور میرے نیچ رہنے پہ افسوس کرتی

ہو ئی مرگئی۔ اسکی ان باتون کا مطلب مین بالکل نہین سمجھ سکا تھا۔ اور سخت متحیر تھا مگر اب سمجھ مین آیا کہ یہ جملہ میری دشمن سلطانہ کی زبان سے تھا۔ اور میری محبوبہ ضیا دنیا مین زندہ و سلامت موجود ہے۔ جیسے اسے وزیر اب مین بغیر اس کے کہ تیرا کچھ بھی پاس و لحاظ کرون اپنے آغوش شوق مین کھینچ کے اس زخمی دل کا علاج کرون گا" یہ کہتے ہی ضیا کو کھینچ کے سینہ سے لگا لیا۔ اسکے لب و رخسار کے بوسے لیے اور کہا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ بغیر اس کے کہ مین اپنی طرف سے کسی پر ظلم کرون میدان صاف ہو گیا۔ اور میری ضیا میرے پہلو مین ہے"

اب اس ہنگامے کی سارے محل مین خبر ہو گئی تھی۔ اور سب اونٹے داخلی اس کمرے کے دروازے پہ بھیڑ لگائے ہوے تھے۔ وزیر فرنان کو اپنے گزشتہ افعال پہ تنبہ ہوا۔ آگے بڑھا۔ بادشاہ کے سامنے گھٹنون پہ جھکا۔ ہاتھ جوڑے اور کہا "اب میرا قصور معاف ہو" وزیر کو اس وضع مین دیکھتے ہی تمام لوگ جو اس کمرے کے اندر تھے حتی کہ ضیا اور اسکی سب خادمائین بھی اسی طرح گھٹنون پر جھک کے سامنے دست بستہ کھڑی ہو گئین۔

الفانسو نے ضیا کو اٹھا کے اپنے برابر بائین طرف کھڑا کر لیا۔ اور کہا تمھاری جگہ یہ ہے۔ پھر وزیر سے کہا۔ یہ میری قسمت کی گردش تھی مین اسے کسی کا قصور نہین کہتا۔ مگر ان تمھارے طرز عمل سے مین نے بے انتہا صدمہ اٹھایا"

فرنان۔ (عاجزی سے) "جہان پناہ! غلام نے جو کچھ کیا حضور کی خیر خواہی مین کیا۔ مجھے نہین نظر آتا تھا کہ ضیا کے حضور کی گذشتہ مین میری عزت ہے؟ مگر میرا خیال تھا کہ اسکے شوق مین حضور تاج و تخت سے محروم رہ جائینگے۔ حضور کے چشم و ابرو سے بیشک نظر آیا کہ حضور کو ضیا سے چھوٹنے کا بڑا ملال ہوگا اور وہ بھی حضور سے چھوٹ کے زندگی سے بیزار ہو جائے گی۔ لیکن دونون سے اس جوش الفت کو غلام نے ایک بچپن کی ضد خیال کیا۔ اور دل مین کہا کہ سب سے مقدم تاج و تخت ہین۔ غرض فقط حضور کی خیر خواہی مین اپنی ضیا کی خوشی اپنی سرفرازی اور خود حضور کی مرضی کو پس پشت ڈال کے غلام نے بہلا پھسلا کے ضیا کی شادی مرسیس سے کر دی۔ لیکن انجام نے معلوم ہوا کہ جو امر حضور کی رضامندی

کے خلاف کیا گیا۔ وہ خدا کی بھی مرضی کے خلاف تھا۔ ضیا حضور ہی کے لیے تھی۔ اور حضور ہی کی ہو گی۔ غلام اپنی کوشش میں ذلیل ہوا۔ مرکیس نے حضور کی ذات پر حملہ کر کے اپنی گستاخی کی سزا پائی۔ سلطانہ نے خود ہی اپنی جان دیدی۔ جتنی مزاحمتیں تھیں دور ہو گئیں۔ اور غلام بڑی خوشی بڑے فخر اور نہایت ہی عزت و وقار کے ساتھ ضیا کو حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور اپنے گذشتہ افعال پر نادم ہو کے رحم و معافی کا امیدوار ہے" یہ کہتے ہی اُس نے زور و شور سے نعرہ لگایا۔ "شاہ الفانسو کا اقبال بلند اور دشمن خوار!" اسکی زبان سے سنتے ہی تمام قلعہ والوں نے بھی نعرہ لگایا جس کی صدا کوہ پلگرینو کی چوٹیوں سے ٹکرائی۔ اور گنبد فلک میں گونجتی رہی۔

الفانسو:- تمھارے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری یہ سب کاروائیاں نیک نیتی سے اور میری خیر خواہی میں تھیں اور مجھے بھی اس کا یقین ہے۔ لہذا انھیں کوئی قصور نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اگر تم ان باتوں کو قصور خیال کرتے ہو تو میں نہایت ہی مسرت کے ساتھ معاف کرتا ہوں اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان سب جھگڑوں کا انجام مسرت و شادکامی پر ہوا۔ اور آخر کار ضیا میری ہو گئی"

یہ کہتے ہی الفانسو نے وزیر کو ہاتھ پکڑ کے اُٹھایا۔ اور کہا "اب سب سے پہلے ان دونوں بدنصیب مقتولوں کی تجہیز و تکفین ہونی چاہیے اور تمھارے ذمے ہے کہ ان کے جنازے پوری عزت اور شان و شوکت سے اُٹھائے جائیں"

یہ حکم دے کے الفانسو وزیر سے رخصت ہونے کو تھا کہ وزیر نے دست بستہ عرض کیا "ابھی ایک راز باقی ہے آپ خود بخود اس کمرے میں کیونکر پہنچ گئے جس کے دروازے بند تھے؟ اور کسی کا اندر داخل ہونا غیر ممکن تھا؟ شاید خود ضیا دروازہ کھول کے بلا لیتی ہو؟ مگر اس سے مجھے ایسی امید نہیں ہے"

الفانسو:- یہ ایسا راز ہے جسے میرے اور ضیا کے سوا یہاں کوئی نہیں جانتا۔ گو کہ اب یہ راز راز نہیں رہا۔ مگر میں اب بھی اسے عام طور پر فاش نہیں کرنا چاہتا۔ سب لوگوں کو ہٹا دو۔ اور تمھارے میرے اور ضیا کے سوا کوئی چوتھا شخص نہ رہے" فوراً سب لوگ ہٹا دیے گئے۔ اور کمرہ اندر سے بند کر لیا گیا۔

الفانسو:- وزیر فرمان مجھ کو ضیا سے اور ضیا کو مجھ سے اسی بچپن کے زمانے

سے محبت تھی جب کہ پہلے پہل مین یہان آ کے رہا اور ہم دونون نے ایک دوسرے کو دیکھا ہمارے اعضا اور ہمارے قوی کے ساتھ اس الفت کا بھی نشو و نما ہوتا گیا۔ اور جب ہمین یہ محسوس ہونا شروع ہوا کہ نامحرم مرد و عورت کا آزادی کے ساتھ ملنا جلنا اور بغیر نکاح کے ربط و ضبط بڑھانا اندیشہ ناک ہے تو ہم نے باہم پاک اور شریفانہ محبت رکھنے پر حلف اُٹھائی اور زیادہ ربط و ضبط بڑھانے لگے۔ اسی زمانہ مین تم نے ضیا کو روکنا شروع کیا۔ اس کی خادماؤن کو تاکید کی کہ ہم دونون کو ملنے نہ دین اس روک نے ہمارے دلون مین جوش محبت کو اور بڑھا دیا۔ ایک دوسرے کے فراق مین بیتاب و بیقرار رہنے لگے۔ آخر ضیا نے یہ تدبیر بتائی کہ ہم دونون اپنے کمرون کے درمیان مین کوئی ایسا پوشیدہ راستہ بنا لین کہ ہر وقت آسانی سے بے تکلف مل سکین۔ پہلے تو مین نے ضیا کی اس تجویز کو غیر ممکن تصور کیا۔ اور محال سمجھا مگر عشق ہر محال کو ممکن کر دیا کرتا ہے جزائری سفیرون سے سنا کہ مصری معمار وغیرہ اُن کے شہر مین آئے ہوئے ہین جو بڑے باکمال ہین۔ اُن سے کہہ کے اُن معمارون اور کاریگرون کو وہان سے بلوایا۔ اور آپ کی غیبت مین پوشیدہ ہی پوشیدہ چند روز کے اندر ایک راستہ بنوا لیا جس کی کسی کو خبر نہ تھی اس کے دروازے ایسے رکھے کہ کمرے مین کوئی ہزار غور کرے نہ سمجھ سکے۔ اور اسی راہ سے آمد و رفت رکھی"

یہ بیان کرنے کے بعد الفانسو نے دیوار کے ایک پھول مین کنجی لگائی فوراً دروازہ کھل گیا۔ اور اس دروازے سے اتار کے وہ وزیر کو سرنگ کے راستہ سے اپنے کمرے مین لے گیا۔ پھر واپس لے آیا۔ اور کہا "یہ راستہ ہے جو مجھے ہمیشہ بڑی آسانی سے اپنی ضیا کے پاس پہونچا دیا کرتا تھا۔ اور کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔

وزیر اس راستہ کو دیکھ کے نقش حیرت ہو گیا۔ اور کہا "اگر حضور نے اس کی تفصیلی حالت نہ بیان فرمائی ہوتی تو مین کہتا یہ انسان کا نہین جنون کا کام ہے۔ مین ان بیل بوٹون کی شگفتگی و خوبی پہ متحیر تھا۔ مگر یہ حقیقت دیکھ کے عقل حیران ہو گئی"

الفانسو۔ اب مین قصر شاہی مین جاتا ہون۔ اِن دونون لاشون کو اسی وقت

ان کے گھر دن مین پہونچا دو۔ اور صبح کو بڑے تزک و احتشام سے اُٹھاؤ۔ شام کو مین مین بھی چلون گا۔ اور ضیا کو بھی ضرور شریک ہونا چاہیے۔ شام کو پھر یہان آکے اپنی ضیا سے ملون گا۔ اور جب تک پوپ سے اجازت حاصل کر کے مین شادی کر دن رونہ رات کو یہین آکے ملا کرون گا۔ اس لیے کہ یہی قصر اور یہی کمرے ہمارے بچپن کے عشق کے گہوارے ہین۔ اور جو لطف ہمین یہان آسکتا ہی اور کہین ممکن نہین۔
فرنان:۔ حضور کا ہر حکم بجالا یا جائے گا۔ اور یہ قصر حضور ہی کا ہے جسے مین اپنی بیٹی کے جہیز مین حضور کی نذر کرون گا۔ اس کے بعد الفانسو فرنان اور ضیا سے رخصت ہو کے قصر شاہی مین گیا۔ اور اس رات کے عجیب وغریب واقعات نے دل و دماغ پر اس قدر گہرا اثر ڈالا تھا کہ رات بھر نیند نہ آئی۔

اٹھارھوان باب

دشمن پامال

دوسرے دن مرکیس اور سلطانہ کے جنازے شاہی تزک و احتشام سے اٹھے۔ لوران بیٹی کی لاش پر ماتم کرتی ہوئی قبر تک گئی۔ اسے قطعی یقین تھا کہ چالاک ذریر فرنان نے پہلے تو سلطانہ سے شادی کرنے اور اسے اپنی ملکہ بنانے کا الفانسو سے اقرار کرایا۔ اس طریقہ سے جب الفانسو کو تخت پر بٹھا لیا۔ اور سارے ملک کو اس کا مطیع فرمان بنادیا تو اپنی بیٹی ضیا کے ملکۂ صقلیہ بنانے کے لیے سلطانہ کو اپنے قصر مین مروا ڈالا۔ اس کا انتقام لینے کے درپے ہوئی۔ مگر آپ کو بالکل بیدست و پا پاتی تھی۔ اور اپنا کچھ نہ در چلتا نہ نظر آتا تھا۔ یہ اس کے بھائی مہرجان کا عہدہ نہ تھا۔ جو اس کے ہاتھ کے کٹھ پتلی تھا۔ اور برا بھلا جو چاہتی تھی وہی ہو جاتا تھا۔

مگر اس مجبوری پر بھی اپنی شرارت سے نہ باز آئی۔ سلطانہ اور مرکیس کے دفن ہونے کی شام ہی کو جبکہ الفانسو ضیا کے عشرت کدے مین تھا وہ الفانسو کے بڑے بھائی ڈان راورق کے پاس دوڑی گئی

ہم دونون بھائیون مین سے ایک کو قربان کردو۔ اور جب یہ نہ ہوا تو پھر میرے خون کے پیاسی ہوگئین ہے نہ؟"

بوران "تم نے میری سلطانہ کو مار ڈالا۔ اور مین نے اس کے خون کا انتقام لینے کی کوشش کی"

الفانسو "اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ سلطانہ نے خود ہی اپنی جان دی۔ مکاری سے ضیا کا بہروپ بھر کے اس کے سونے کے کمرے مین آئی۔ اور ضیا ہی کے دھوکے مین مرکیس کے خنجر سے مری۔ مرکیس نے ضیا کو اپنے ساتھ قبر مین لے جانا چاہا تھا (جس کا خیال آنے سے بھی مین کانپ جاتا ہون) مرکیس کو مرتے دم تک یقین تھا کہ اس نے ضیا کو مار ڈالا۔ مگر اس کے بعد جب مجھے اپنی مایوسی۔ نامرادی و ناکامی کا صدمہ شروع ہوا تو حال کھلا کہ اس کے ہاتھ کی مقتولہ سلطانہ تھی۔ اور ضیا پاس کھڑی ہوئی مجھے تسلی دے رہی تھی"

بوران "خیر تو اب میرے لیے کیا سزا تجویز ہے؟"

الفانسو "ظالم و بے حمیت اور سیہ کار و بے شرم بھوپی سیہ کارون اور دشمنون کے انتقام مین تم تہ تیغ کی جاؤ گی" حکم کے ساتھ ہی لوگ بوران کو قتل گاہ مین لے گئے۔ الفانسو نے بوران کے فتنہ سے صقلیہ کو ہمیشہ کے لیے نجات دلا دی۔ اور اطمینان و بیدار مغزی سے حکومت کرنے لگا۔ اب صرف یہ مرحلہ باقی تھا کہ پوپ کے محترم دربار سے اجازت حاصل ہو۔ اور الفانسو کے ساتھ شادی ہو۔ اس غرض کے لیے خود وزیر فرمان رومتہ الکبریٰ مین گیا اور بڑی کوششون سے منظوری لے آیا۔

اس کے آتے ہی بلرمو مین خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ اور بڑی دھوم دھام کے ساتھ بلرمو کے گرجے مین نکاح ہوا۔ ضیا تاج جواہر نگار پہن کے ملکہ صقلیہ بنی۔ اور سارے صقلیہ مین غلغلہ بلند تھا کہ "شاہ الفانسو کی فتح!" اور "ملکہ ضیا کا اقبال بلند"